نضر الله امرأً سمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ



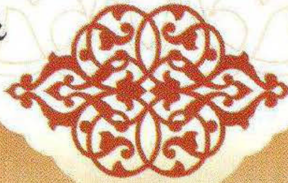
ماھنامہ
الحدیث
حضرو



شمارہ نمبر 88

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

شوال ۱۴۳۲ھ ستمبر ۲۰۱۱ء





مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک : پاکستان

نجات کا راستہ

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہ ملایا، اُنھیں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (الانعام: ۸۲)

فقہ القرآن:

۱: صرف وہی سچا ایمان قابل قبول ہے جو قرآن، حدیث اور اجماع کے عین مطابق ہو اور اس کے ساتھ کسی قسم کے شرک، کفر اور گمراہی کی ملاوٹ نہ ہو۔

۲: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک مرفوع حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آیتِ مذکورہ میں ظلم سے مراد شرک ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ بے شک شرک ظلمِ عظیم (بڑا ظلم) ہے۔ (لقمان: ۱۳)

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۲، صحیح مسلم: ۱۲۴، دارالسلام: ۳۲۷)

۳: عام دلیل سے استدلال جائز ہے، بشرطیکہ مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو، اسی طرح خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل سے استدلال جائز نہیں ہے۔

۴: بڑے سے بڑے عالم کو بھی اجتہادی خطا لگ سکتی ہے۔

۵: ایمان کے بغیر اُخروی نجات ناممکن ہے۔

۶: شرک سے تمام نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

۷: مهتدون سے مراد وہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں جو کتاب و سنت اور سبیل المومنین پر چلتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں اور یہی نجات کا راستہ ہے۔

۸: دنیاوی کامیابیاں عارضی اور محدود ہیں، جبکہ اصلی اور حقیقی کامیابی اُسی کو حاصل ہے جو مرنے کے بعد اُخروی زندگی میں امن و سلامتی میں رہے۔ (۲۸/ اپریل ۲۰۱۱ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم





جلد: 8 | شوال ۱۴۳۲ھ ستمبر ۲۰۱۱ء | شمارہ: 9

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ :200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

خط و کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

حافظ شیر محمد

0300-5288783

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

اس شمارے میں

اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

فضائلِ وضو

٢٨٩) وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:
((ما منكم من أحدٍ يتوضأ فيبلغ - أو فيسبغ - الوضوء ثم يقول :أشهد أن لا إله إلا الله و أن محمدًا عبدهٗ ورسوله - و في رواية :أشهد أن لا إله إلا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ و أشهد أن محمّدًا عبدهٗ و رسوله - إلا فُتحت له أبواب الجنة الثمانية، يدخل من أيها شاء .)) هكذا رواه مسلم في صحيحه والحميدي في أفراد مسلم وكذا ابن الأثير في جامع الأصول .
وذكر الشيخ محيي الدين النووي في آخر حديث مسلم على ما رويناه وزاد الترمذي :((اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين.)) والحديث الذي رواه محيي السنة في الصحاح :((من توضأ فأحسن الوضوء)) إلى آخره، رواه الترمذي في جامعه بعينه إلا كلمة:" أشهد" قبل" أنّ محمدًا ."

اور (سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی وضو کرتا ہے اور اچھے طریقے سے پورا وضو کرتا ہے، پھر "أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا عبده ورسوله" کہتا ہے، اور ایک روایت کے مطابق "أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له و أشهد أن محمدًا عبده و رسوله" کہتا ہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گا۔ مسلم نے اسی طرح اپنی صحیح میں، حمیدی (محمد بن فتوح) نے افرادِ مسلم اور ابن

اثیر نے جامع الاصول میں بیان کیا ہے اور شیخ محیی الدین نووی نے صحیح مسلم کی حدیث (کی شرح) کے آخر میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، درسی ہندی نسخہ ۱/۱۲۳)

ترمذی نے (اپنی سند کے ساتھ) ''اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين'' کا اضافہ بیان کیا اور محیی السنہ (بغوی) نے (مصابیح السنۃ کی) صحاح میں آخر تک اسی طرح نقل کیا، ترمذی نے سنن ترمذی میں ''أنّ محمدًا'' سے پہلے ''أشهد'' کے سوا اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۲۳۴، دارالسلام: ۵۵۳ [الروایۃ الاولیٰ] ۵۵۴ [الروایۃ الثانیۃ]) جامع الاصول (۹/۳۳۵ ح ۷۰۱۷) مصابیح السنۃ للبغوی (۱/۱۸۲ ح ۱۹۷) سنن ترمذی (۵۵)

تنبیہ: امام ترمذی کا بیان کردہ اضافہ ''اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين'' بلحاظِ سند ضعیف ہے، جس کی دلیل درج ذیل ہے:

ابوادریس الخولانی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے (کچھ بھی) نہیں سنا اور ابوعثمان سے یہاں مراد سعید بن ہانی ہیں۔ (دیکھئے مسند الفاروق لابن کثیر ۱/۱۱۱)

سعید بن ہانی کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (ح ۳۳ بتحقیق الشیخ سلیم الہلالی حفظہ اللہ) میں اس کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: وضو کر لینے کے بعد درج ذیل دعا پڑھنا بہت زیادہ ثواب کا کام ہے:

أَشْهَدُ أَن لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ.

یا أَشْهَدُ أَن لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ.

۲: وضو کے بعد درج ذیل دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ .

تو پاک ہے اے اللہ! اور حمد تیرے لئے ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، میں تجھی سے استغفار کرتا ہوں اور تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔

(السنن الکبریٰ للامام النسائی ح ۹۹۰۹، وعمل الیوم واللیلۃ ح ۸۰ وسندہ صحیح)

اسے حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ (مستدرک الحاکم ۵۶۴/۱ ح ۲۰۷۲)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: " هذا حديث صحيح الإسناد" (نتائج الافکار ۲۴۵/۱)

۳: جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔

۴: اگر کسی بات کا ذکر موجود ہو تو پھر عدمِ ذکر نفیِ ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

۵: بطورِ فائدہ عرض ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔
دیکھئے سورۃ الحجر (آیت: ۴۴)

۶: صحیح احادیث پر عمل کرنے میں بہت بڑے اجر کی امید ہے، بشرطیکہ عقیدہ وعمل صحیح ہو اور رب العالمین کا فضل وکرم اور رحمت حاصل ہو۔

۲۹۰) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :((إن أمتي يدعون يوم القيامة غرًّا محجلين من آثار الوضوء . فمن استطاع منكم أن يطيل غرته فليفعل .)) متفق عليه . اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میری اُمت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا، وضو کی وجہ سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں سفید چمک رہے ہوں گے۔

(سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی وچمک بڑھانا چاہتا ہے تو بڑھالے۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح بخاری (۱۳۶) صحیح مسلم (۲۴۶، دار السلام: ۵۷۹)

فقہ الحدیث:

۱: اعضائے وضو دھونے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کا خیال رکھتے ہوئے خوب

مبالغہ کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ قیامت کے دن خوبصورت چمک میں اضافے اور دُور سے نظر آنے کا ذریعہ ہے۔

۲: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی امام نعیم بن عبداللہ المجمر رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ ''پس تم میں سے جو شخص... تو بڑھالے'' کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہیں یا یہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا قول ہے؟ (مسند احمد ۲/۳۳۴ ح ۸۴۱۳ وسندہ حسن)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اضافہ حدیث میں مُدرج ہے، ابو ہریرہ کے کلام میں سے ہے (اور) نبی ﷺ کے کلام میں سے نہیں (جیسا کہ) کئی حفاظِ حدیث نے بیان کیا ہے۔ (حادی الارواح ص ۲۴۱ باب ۵۰)

۳: اُمتِ مسلمہ محمدیہ (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کو دوسری اُمتوں پر کئی امور میں فضیلت حاصل ہے۔

۴: عموم سے استدلال اور اجتہاد جائز ہے۔

۵: تحقیقِ حدیث کا دارومدار محدثین کرام پر ہے۔ وغیر ذلک

۲۹۱) وعنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ((تبلغ الحلیۃ من المؤمن حیث یبلغ الوضوء.)) رواہ مسلم.

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا زیور وہاں تک (قیامت کے دن اور جنت میں) پہنچے گا جہاں تک (اس کا) وضو پہنچتا ہے۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۲۵۰، دارالسلام: ۵۸٦)

فقہ الحدیث:

۱: مومن کو قیامت کے دن خوبصورت زیور پہنایا جائے گا۔

۲: اعضائے وضو سے زائد دھونا جائز ہے، بشرطیکہ دھونے کی تعداد تین سے زیادہ نہ ہو۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۹۰



توضیح الاحکام

سوال و جواب | تخریج الاحادیث | حافظ زبیر علی زئی

بے وضو نمازوں کا اعادہ ضروری ہے

سوال غسل فرض تھا مگر بھول کر چند نمازیں بغیر غسل کے صرف وضو کر کے پڑھ لی جائیں تو کیا یاد آنے پر ان نمازوں کو دہرایا جائے گا یا صرف استغفار کر لیا جائے؟

(اعجاز احمد، گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ)

الجواب اس مسئلے میں کوئی صریح حدیث مجھے معلوم نہیں۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا: **"ثنا عبد اللّٰہ بن عمر عن نافع أن ابن عمر صلّی بأصحابه ثم ذکر أنه مسح ذکره فتوضأ ولم یأمرهم أن یعیدوا، قال ابن مهدي قلت لسفیان: علمت أن أحدًا قال: یعیدون؟ قال: لا إلا حماد"**

ہمیں عبداللہ بن عمر (بن حفص بن عاصم العمری) نے نافع سے حدیث بیان کی کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی، پھر انھیں یاد آیا کہ ہاتھ آلۂ تناسل (شرمگاہ) کو لگ گیا تھا، لہٰذا انھوں نے وضو کیا اور لوگوں کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: میں نے سفیان (ثوری) سے پوچھا: کیا آپ کے علم میں ہے کہ کسی نے یہ کہا ہو: لوگ نماز دوبارہ پڑھیں گے؟ انھوں نے فرمایا: حماد (بن ابی سلیمان) کے علاوہ کوئی نہیں۔ (سنن دارقطنی ۱/ ۳۶۵ ح ۱۳۵۹، وسندہ حسن)

اس روایت میں عبداللہ العمری نیک، صدوق اور جمہور کے نزدیک مضعف ہونے کی وجہ سے ضعیف راوی ہیں، لیکن خاص نافع سے اُن کی روایت حسن ہوتی ہے۔

امام عثمان بن سعید الدارمی نے امام یحییٰ بن معین سے پوچھا: نافع سے ان کی روایت کس طرح ہے؟ انھوں نے فرمایا: "صالح" اچھی ہے۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۵۲۳، تاریخ بغداد ۱۰/ ۲۰ ت ۵۱۳۵)

امام ترمذی نے العمری عن نافع والی روایت کو "ھذا حدیث حسن" کہا۔ (ح ۸۵۴)

امام مسلم نے العمری عن نافع کی سند سے ایک حدیث بیان کی۔ (صحیح مسلم: ۲۱۳۲)

امام بخاری اور امام ابن خزیمہ نے العمری عن نافع کی روایت میں شک کا اظہار کیا۔

(دیکھئے جزء رفع الیدین: ۸۳، صحیح ابن خزیمہ قبل ح ۱۴۳۱، ۱۸۶۰)

جمہور کی خاص توثیق کی وجہ سے عبداللہ العمری نافع سے روایت میں حسن الحدیث ہیں، لہٰذا یہ سند حسن ہے۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا:

"وھو ھذا المجتمع علیه، الجنب یعید ولا یعیدون، ماأعلم فیه اختلافاً"

اور اس بات پر اجماع ہے کہ جُنبی (حالتِ جنابت میں پڑھی ہوئی نماز) دوبارہ پڑھے گا اور وہ (اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے) اپنی نمازیں نہیں دہرائیں گے، مجھے اس بارے میں کسی اختلاف کا کوئی علم نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی ۱/ ۳۶۵ ح ۱۳۵۷، وسندہ صحیح)

یہاں اجماع سے مراد صحابہؓ کا اجماع ہے، جس کی مخالفت حماد بن ابی سلیمان (مختلط و مرجی تابعی صغیر وصدوق حسن الحدیث) کے سوا کسی سے ثابت نہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۴۰۱)

نیز بعد میں سفیان ثوری (تبع تابعی) نے بھی وہی موقف اختیار کیا جو حماد کا تھا۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۵ ح ۴۵۷۷ وسندہ حسن)

خلاصہ یہ کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے بے وضو نماز یا نمازیں پڑھ لے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ یہ نمازیں دوبارہ پڑھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر غلطی سے بے وضو نماز پڑھنے والا امام ہو تو مقتدیوں کا کیا ہوگا؟ کیا وہ اپنی نمازیں دوبارہ پڑھیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں مقتدیوں کی نماز ہو گئی، انھیں یہ نمازیں دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس مسئلے پر سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

(دیکھئے المحلیٰ لابن حزم ۴/ ۲۱۶ مسئلہ ۴۸۹)

[۴/ اپریل ۲۰۱۱ء]

حافظ زبیر علی زئی

اہلِ حدیث کے پندرہ امتیازی مسائل اور امام بخاری رحمہ اللہ

الحمدللّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰة والسّلام علٰی رسوله الأ مین: خاتم النبیین ورضي اللّٰه عن آله وأزواجه وأصحابه أجمعین ورحمة اللّٰه علٰی ثقات التابعین وأتباع التابعین من خیر القرون ومن تبعهم بإحسان إلی یو م الدین أما بعد:

نبی کریم ﷺ کی حدیث پر دل سے ایمان لانے ،قولاً وفعلاً تسلیم کرنے اور اس کی روایت وتبلیغ کرنے والوں کا عظیم الشان لقب اَہلِ حدیث اور اَہلِ سنت ہے۔

حاجی امداد اللہ تھانوی کے ''خلیفۂ مجاز'' اور جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن کے بانی محمد انوار اللہ فاروقی نے لکھا ہے: ''حالانکہ اہلِ حدیث کل صحابہ تھے''

(فاروقی کی کتاب: حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے''

(اجتہاد وتقلید ص ۴۸ سطر ۱۳، نیز دیکھئے تنقید سدید ص ۱۶)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد صحیح العقیدہ ثقہ وصدوق تابعین وتبع تابعین نے حدیث اور اہل حدیث کا عَلَم (جھنڈا) سربلند کیا۔ رحمہم اللہ اجمعین

ان کے جلیل القدر تلامذہ میں سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام مسلم وغیرہم ائمۂ دین اور ثقہ فقہائے محدثین نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے قرآن وعلومِ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث، علومِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدوّن کر کے دین اسلام کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ جزاھم اللہ خیراً

فقہائے محدثین میں سے امیر المومنین فی الحدیث وامام الدنیا فی فقہ الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ اور ان کی صحیح بخاری کا بہت بڑا مقام ہے اور یہی

وجہ ہے کہ ہر سچے اہلِ سنت یعنی اہلِ حدیث کو امام بخاری اور صحیح بخاری سے بہت زیادہ محبت ہے۔ اسی محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مختصر وجامع مضمون میں ایمان وعمل کے سلسلے میں سے اہلِ حدیث کے بعض امتیازی مسائل امام بخاری اور صحیح بخاری کے حوالے سے پیشِ خدمت ہیں:

۱) اہلِ حدیث کا صفاتی نام: ایک حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کا ایک گروہ قتال کرتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا، اس گروہ (طائفہ منصورہ) کی تشریح میں امام بخاری نے فرمایا: ''یعنی أهل الحدیث'' یعنی اس سے مراد اہلِ حدیث ہیں۔

(مسألۃ الاحتجاج للخطیب ص ۴۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۳۵، الحجۃ فی بیان المحجۃ ۱/ ۴۶)

اس صحیح وثابت حوالے سے دو باتیں صاف ظاہر ہیں:

۱: صحیح العقیدہ مسلمین کا صفاتی نام اہلِ حدیث ہے، لہٰذا اہلِ حدیث لقب بالکل صحیح اور برحق ہے۔

۲: طائفۂ منصورہ یعنی فرقہ ناجیہ اہلِ حدیث ہیں۔

۲) ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے: امام بخاری نے ایمان کے بارے میں فرمایا:

''وهو قول وفعل ویزید وینقص'' اور وہ قول وعمل ہے، زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان باب اقبل ح ۸)

اور یہی تمام محدثین وسلف صالحین کا عقیدہ ہے، جبکہ دیوبندیہ وبریلویہ کے عقیدے کی کتاب: عقائد نسفیہ میں اس کے سراسر برعکس درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے:

''الایمان لایزید ولا ینقص'' اور ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ (ص ۳۹)!

۳) اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے: استوی علی العرش والی آیت کی تشریح میں امام بخاری نے مشہور ثقہ تابعی اور مفسرِ قرآن امام مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ''علا'' یعنی عرش پر بلند ہوا۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب ۲۲ قبل ح ۷۴۱۸، تغلیق التعلیق ج ۵ ص ۳۴۵)

ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے،

جبکہ اس سلفی عقیدے کے مخالف لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ میں ہے!!

۴) **رائے کی مذمت:** امام بخاری نے صحیح بخاری کی ایک ذیلی کتاب (جس میں کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا ذکر ہے) کے تحت لکھا: ''**باب ما یذکر من ذم الرأي و تکلف القیاس**'' باب: رائے کی مذمت اور قیاس کے تکلف کا ذکر۔

(کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ۷ قبل ح ۷۳۰۷)

اس باب میں امام بخاری وہ حدیث لائے ہیں، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتوے دیں گے، وہ گمراہ کریں گے اور گمراہ ہوں گے۔ (ح ۷۳۰۷)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک کتاب وسنت کے خلاف رائے پیش کرنا گمراہوں کا کام ہے، لہٰذا اہل الرائے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اہل الرائے کے ایک امام کا اپنی کتاب میں نام لینا بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ''بعض الناس'' کہہ کر رد کیا اور اپنی دوسری کتابوں (التاریخ الکبیر اور الضعفاء الصغیر) میں اسماء الرجال والی جرح لکھ دی تا کہ سند رہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ مقلّد نہیں تھے، جیسا کہ دیوبندیہ کے مشہور عالم سلیم اللہ خان (مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی) نے لکھا ہے:

''بخاری مجتہد مطلق ہیں''۔ (فضل الباری ج ۱ ص ۳۶)

۵) **نماز میں رفع یدین:** امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے: ''**باب رفع الیدین إذا کبّر وإذا رکع وإذا رفع**'' رفع یدین کا باب جب تکبیر کہے، جب رکوع کرے، اور جب (رکوع سے) بلند ہو۔ (قبل ح ۷۳۶)

یہ حدیث ہر نماز پر منطبق ہے، چاہے ایک رکعت وتر ہو یا صبح کے دو فرض ہوں اور اگر نماز دو رکعتوں سے زیادہ ہو تو امام بخاری کا درج ذیل باب مشعلِ راہ ہے:

''**باب رفع الیدین إذا قام من الرکعتین**'' رفع یدین کا باب جب دو رکعتوں سے اُٹھ

جائے۔ (قبل ح ۷۳۹)

رفع یدین کے مسئلے پر امام بخاری صحیح بخاری میں پانچ حدیثیں لائے ہیں اور انھوں نے ایک خاص کتاب: جزء رفع الیدین لکھی ہے، جو کہ ان سے ثابت اور بیحد مشہور ومعروف ہے، یہ کتاب راقم الحروف کی تحقیق وترجمے کے ساتھ مطبوع ہے۔

یادر ہے کہ دیوبندیہ و بریلویہ کو امام بخاری کے اس مسئلے سے اختلاف ہے۔

۶) **فاتحہ خلف الامام:** امام بخاری نے باب باندھا ہے: "**باب وجوب القراء ۃ للإمام والمأموم فی الصلوات کلھا فی الحضر والسفر ومایجھر فیھا ومایخافت**" تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قراءت کے وجوب کا باب، اپنے علاقے میں ہوں یا سفر میں، جہری نماز ہو یا سری نماز ہو۔ (قبل ح ۷۵۵)

اس باب کے تحت امام بخاری درج ذیل حدیث بھی لائے ہیں:

((لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب.))

جو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری: ۷۵۶)

ثابت ہوا کہ باب مذکور میں قراءت سے مراد فاتحہ کی قراءت ہے اور یادر ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں امام بخاری نے مشہور رسالہ جزء القراءۃ لکھا ہے، جو کہ راقم الحروف کی تحقیق وترجمے کے ساتھ نصر الباری کے نام سے مطبوع ہے۔

۷) **آمین بالجہر:** امام بخاری نے باب لکھا ہے: "**باب جھر الإمام بالتأمین**" باب: امام کا آمین بالجہر کہنا۔ اس باب کے تحت امام بخاری وہ روایت بھی لائے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی زور سے آمین کہتے تھے۔

(قبل ح ۷۸۰)

ثابت ہو کہ امام بخاری کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کو جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہنی چاہیے۔

یادر ہے کہ سری نمازوں میں آمین بالجہر نہ کہنے اور سری آمین کہنے پر اجماع ہے۔

۸) **نماز میں (سینے پر) ہاتھ باندھنا:** امام بخاری نے "باب وضع الیمنیٰ علی الیسری فی الصلاۃ" نماز میں (دایاں ہاتھ) بائیں پر رکھنا، کے تحت درج ذیل مشہور حدیث لکھی ہے: لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہر آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔ (ح ۷۴۰)

ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک حصے کو ذراع کہتے ہیں اور پوری ذراع پر ہاتھ رکھنے سے خود بخود سینے پر ہاتھ آجاتے ہیں۔

۹) **گیارہ رکعات تراویح:** کتاب الصوم (روزوں کی کتاب) میں کتاب صلاۃ التراویح کے تحت امام بخاری نے درج ذیل باب لکھا ہے: "باب فضل من قام رمضان" رمضان میں جو قیام کرے، اس کی فضیلت کا باب اور اس باب میں امام بخاری نے وہ مشہور حدیث لکھی ہے کہ نبی ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ الخ (ح ۲۰۱۳)

ثابت ہوا کہ امام بخاری گیارہ رکعات تراویح کے قائل تھے۔

تنبیہ: امام بخاری سے بیس رکعات تراویح پڑھنا باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

۱۰) **طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنا:** امام بخاری نے باب باندھا ہے: "باب من استوی قاعدًا في وتر من صلاتہ ثم نھض" باب جو اپنی نماز کی طاق رکعت میں سیدھا بیٹھ جائے، پھر کھڑا ہو۔ (قبل ح ۸۲۳)

یہ مسئلہ بھی امام بخاری نے حدیث سے ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنی نماز کی طاق رکعت میں سیدھا بیٹھے بغیر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ (ح ۸۲۳)

۱۱) **ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھنا:** طاق رکعت سے اٹھتے وقت کس طرح زمین پر ہاتھ رکھنے چاہئیں؟ یہ مسئلہ بھی امام بخاری نے دلیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے اور درج ذیل باب باندھا ہے: "کیف یعتمد علی الأرض إذا قام من الرکعۃ"

جب (طاق) رکعت سے کھڑا ہو تو زمین پر ہاتھ کس طرح رکھے؟ (قبل ح ۸۲۴)

۱۲) **اکہری اقامت:** امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے

استدلال کرکے فرمایا: ''باب الإقامة واحدة إلا قوله: قد قامت الصلاة''

باب: قد قامت الصلاۃ کے سوا اقامت اکہری ہے۔ (قبل ح ۶۰۷)

معلوم ہوا کہ امام بخاری اہلِ حدیث کی طرح اکہری اقامت کے قائل تھے، جبکہ دیوبندیہ و بریلویہ اس مسئلے میں امام بخاری کے خلاف ہیں۔

۱۳) نمازِ جنازہ میں فاتحہ کی قراءت: امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں درج ذیل باب باندھا:

''باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة'' جنازے میں فاتحہ کی قراءت کا باب۔

(قبل ح ۱۳۳۵)

اس باب کے تحت امام بخاری نے وہ حدیث ذکر کی کہ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔ (ح ۱۳۳۵)

یہاں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ وہ سنت ہے جس پر عمل ضروری ہے، کیونکہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ دیکھئے فقرہ: ۶

۱۴) صف بندی میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۷۲۵)

اس حدیث پر امام بخاری نے درج ذیل باب باندھا ہے:

''باب الزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف''

صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا۔ (قبل ح ۷۲۵)

یہ وہ مشہور مسئلہ ہے، جس سے دیوبندیہ و بریلویہ کو خاص چڑ ہے اور وہ اپنی مسجدوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں، سوائے چند اشخاص کے جن کا حکم کالمعدوم ہے۔

۱۵) گاؤں میں نمازِ جمعہ: بریلویہ و دیوبندیہ کا کتابی مذہب یہ ہے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، اس کے سراسر برعکس امام بخاری نے درج ذیل باب لکھا ہے:

''بـاب الـجـمـعـة فـی الـقـری والـمـدن'' شہروں اور گاؤں میں جمعہ کا باب (قبل ح ۸۹۲) یعنی گاؤں ہو یا شہر، ہر جگہ نمازِ جمعہ درست ہے۔

تنبیہ: آج کل کے عام دیوبندی و بریلوی عوام اپنے ''مولویوں'' کے کتابی مذہب سے بغاوت کر کے گاؤں میں بھی نمازِ جمعہ پڑھتے ہیں اور یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ تقلید کا بیت العنکبوت بڑی تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ والحمدللہ

بعض عقائد اور نماز سے متعلق ان پندرہ مسائل سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ دیوبندی یا بریلوی نہیں تھے بلکہ اہلِ حدیث تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں، جنھیں امیر المومنین فی الحدیث نے صحیح بخاری میں درج فرما کر اہل الرائے کے خودساختہ قیاسی تفقہ کے پرخچے اڑا دیئے اور متبعین کتاب و سنت کے روشن مسلک کا آفاقی پرچم لہرا کر حجت تمام کر دی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امام بخاری اور محدثین کرام کی قبور کو اپنے فضل و کرم اور رحمت کے انوار سے بھر دے۔ اُخروی زندگی میں ہمیں انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور صحیح العقیدہ ثقہ محدثین کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

آخر میں عرض ہے کہ عبدالقدوس قارن دیوبندی نے ''بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں'' اور انوار خورشید (نعیم الدین دیوبندی) نے ''غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں'' کتابیں لکھی ہیں، لہٰذا میرے اُن سے دو سوالات ہیں:

۱: کیا امام بخاری رحمہ اللہ دیوبندی یا بریلوی تھے؟

۲: کیا امام بخاری رحمہ اللہ نے مشہور اختلافی مسائل، جن پر آلِ دیوبند و آلِ بریلی کے مناظرین مناظرے کرتے رہتے ہیں: مثلاً نماز میں رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، نماز جنازہ میں قراءت اور گاؤں میں نمازِ جمعہ وغیرہ مسائل میں دیوبندیہ و بریلویہ کی حمایت کی ہے، یا مسلک اہل حدیث کو سربلند فرمایا ہے؟ جواب دیں!

(۷/ مارچ ۲۰۱۱ء)

محمد زبیر صادق آبادی

آپ خود فیصلہ کریں!

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور اہل سنت کہلانے والے تمام فرقوں کا ان کے صحابی ہونے پر اتفاق ہے۔

انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے وقت، اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا بیان کیا ہے اور سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا عمل بھی اسی طرح تھا۔ (دیکھئے صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، درسی نسخہ، صحیح بخاری مترجم ظہور الباری ۱/ ۱۷۴)

آلِ دیوبند رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے اور اس رفع یدین کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ رفع یدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی دور میں کیا تھا، چنانچہ آلِ دیوبند کے ''شیخ'' الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے: ''رفع یدین کرنے کی روایات ابتدائی دور سے متعلق ہیں پھر ان سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔'' (نماز پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۷۴)

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ استراحت (یعنی طاق رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا) بھی بیان کیا ہے۔

اور سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی اپنی بیان کردہ اسی حدیث کے مطابق تھا۔

(دیکھئے صحیح بخاری ۱/ ۱۱۳ درسی نسخہ، صحیح بخاری مترجم ظہور الباری دیوبندی ۱/ ۴۱۰، اور خزائن السنن ۲/ ۱۱۳)

اور آلِ دیوبند جلسہ استراحت بھی نہیں کرتے اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے کیا تھا، چنانچہ آلِ دیوبند کے ''شیخ'' الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے: ''ذخیرہ احادیث میں جلسۂ استراحت کرنا ایک ذاتی کیفیت بڑھاپے کی وجہ سے تھا'' (نماز پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹۴)

آلِ دیوبند کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ صرف بیس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، چنانچہ آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز خان صفدر نے کہا:

''مالک بن حویرث کل بیس روز تک نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں رہے۔ (بخاری ج۱ص ۸۸)'' (خزائن السنن ص ۳۵۸)

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے متعلق امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''بلکہ صحیح بخاری ص ۸۸، ص ۹۵، ج ۱ پر صراحت ہے کہ وہ صرف بیس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۲۷۵)

آلِ دیوبند کے مناظر اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حضرت مالک بن حویرثؓ وہ صحابی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کل بیس دن ٹھہرے۔ بیس دن کے بعد وطن واپس چلے گئے اور پھر دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملا۔'' (تحفہ اہل حدیث ص ۱۰۶ حصہ دوم)

ظہور الباری دیوبندی نے رفع یدین کی احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''دوسری حضرت مالک بن حویرثؓ کی جن کے بارے میں خود صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸ پر صراحت ہے کہ وہ صرف بیس راتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے'' (تفہیم البخاری ۱/ ۳۷۵ ب)

قارئین کرام! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کل بیس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے ہیں اور انھی بیس دنوں میں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین اور جلسہ استراحت کرتے ہوئے دیکھا۔ آلِ دیوبند ایک عمل کو ابتدائی دور کا عمل اور دوسرے عمل کو آخری دور کا عمل کہتے ہیں۔ کیا صرف بیس دنوں میں یہ ممکن ہے؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دور صرف بیس دنوں پر مشتمل ہے۔ اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو آلِ دیوبند کو چاہیے کہ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر غور کرلیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابتداء سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔'' (صحیح بخاری مترجم ۳/ ۳۴۰ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

بیس دنوں میں تو ایسا ممکن ہی نہیں اگر بیس دنوں کو بیس سال بھی بنالیا جائے تب بھی آلِ دیوبند کی بات صحیح ثابت نہیں ہوسکتی، کیونکہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اپنی بیان کردہ دونوں احادیث پر عمل پیرا بھی تھے۔

محمد زبیر صادق آبادی

حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے کے بارے میں امین اوکاڑوی کا باطل اصول

ماسٹر امین اوکاڑوی آلِ دیوبند کے مناظر تھے۔ ان کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ بس دوسروں سے سوالات کئے جاؤ اور اپنی کسی بات کا بھی پاس لحاظ نہ رکھو۔

امین اوکاڑوی کا اہلِ حدیث (اہلِ سنت) سے یہ تکیہ کلام ہوتا تھا کہ آپ لوگ حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو اللہ اور رسول ﷺ سے اس حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا ثابت کریں۔

اب ظاہر ہے کہ یہ ایک غلط سوال ہے اور یہ سوال اہلِ حدیث (اہل سنت) سے اس لئے کیا جاتا ہے، کیونکہ اہلِ حدیث کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث کے دو اصول:

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول

دراصل یہ بات اس حدیث کا مفہوم ہے جس میں ہے کہ ''اے لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ (ﷺ) ہے''

پہلی بات تو یہ ہے کہ آلِ دیوبند بھی اس حدیث کو مانتے ہیں اور انھوں نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے امین اوکاڑوی کی کتاب: تجلیات صفدر (۶/۴۹) سرفراز صفدر کی کتاب: راہ سنت (ص ۲۵) عمر قریشی کی کتاب: عادلانہ دفاع (ص ۶۲، یہ کتاب بیس پچیس علمائے دیوبند کی مصدقہ کتاب ہے۔) اور محمد الیاس فیصل دیوبندی کی کتاب: نماز پیغمبر ﷺ (ص ۲۸)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ''اللہ اور رسولؐ نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتا دیں اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔''

(بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۱ باب عقیدوں کا بیان عقیدہ نمبر ۲۲)

اہلِ حدیث کے اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے، اہلِ حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اہلِ حدیث عالم حافظ عبداللہ غازیپوری رحمہ اللہ کا قول یوں نقل کیا ہے:

''واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب وسنت ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہلِ حدیث کو اجماع امت اور قیاس شرعی سے انکار ہے۔ کیونکہ جب یہ دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو کتاب وسنت کے ماننے میں انکا ماننا آ گیا۔''

(الحدیث حضرو: ۱ص ۴، الحدیث: ۵۲ ص ۱۵، القول المتین ص ۱۷)

جبکہ دیوبندی ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

ادلہ اربعہ سے مراد قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہوتا ہے۔

''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے دوسری جگہ لکھا ہے:

''مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے'' (ارشاد القاری ص ۲۸۸)

امین اوکاڑوی کے اہلِ حدیث سے اس مطالبے کے بعد کہ حدیث کو صرف اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان سے صحیح یا ضعیف ثابت کرو.... خود آلِ دیوبند سے بھی سوال کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے کتنے اصول ہیں اور آپ حدیث کو صحیح یا ضعیف کس طرح کہتے ہیں؟ تو اس کے لئے امین اوکاڑوی کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے، جس میں اوکاڑوی کی گفتگو اوکاڑوی کے بقول کسی دوسرے دیوبندی سے ہوئی، چنانچہ اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ایک دن ایک صاحب تشریف لائے جو ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب تھے۔ وہ فرمانے لگے کہ غیر مقلدین پہلے تو کہتے رہتے ہیں کہ احناف کے پاس کوئی حدیث نہیں اور اگر کوئی حدیث ہم پیش کریں تو وہ فوراً شور مچا دیتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت ہے تو احادیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا پتہ کیسے چلتا ہے اور کس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں غلط۔ میں نے کہا کہ غیر مقلدوں کو سرے سے اس بات کا حق

ہی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں۔ تو فرمانے لگے وہ کیوں؟ میں نے کہا ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف اللہ اور رسول ﷺ کی بات کو دلیل مانتے ہیں کسی امتی کی بات بالکل دلیل نہیں ہوتی۔ تو فرمانے لگے بالکل صحیح، یہی ان کا دعویٰ ہے۔ وہ تقریروں میں بھی یہی کہتے ہیں اور دیواروں پر بھی یہی لکھتے ہیں۔ اہلِ حدیث کے دو اصول: فرمان خدا، فرمان رسول۔ میں نے کہا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی امتی کی بات ماننا شرک ہے۔ وہ فرمانے لگے بالکل۔ میں نے کہا پھر انہیں ان کے دعویٰ کے پابند کیوں نہیں کرتے؟ فرمانے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا وہ جس حدیث کو صحیح کہیں اس کا صحیح ہونا اللہ اور رسول کے فرمان سے ثابت کریں اور جس حدیث کو ضعیف کہیں اللہ اور رسول کے فرمان سے اس کا ضعیف ہونا ثابت کریں۔ وہ فرمانے لگے کہ اللہ اور رسول نے نہ تو کسی حدیث کو صحیح فرمایا ہے نہ ضعیف۔ میں نے کہا پھر ان کو بھی نہ کسی حدیث کو صحیح کہنا چاہئے نہ ضعیف۔ وہ فرمانے لگے کہ یہ تو بالکل ان کے اصول کے مطابق ہے اور اگر وہ اپنے اس اصول سے ہٹ جائیں تو وہ اہل حدیث ہی نہ رہے۔ وہ فرمانے لگے کہ ان کی تو بات ہی ختم ہوگئی۔ اب وہ ہمارے سامنے نہ کسی حدیث کو صحیح کہہ سکیں گے اور نہ ضعیف۔ آخر ہم کیسے جانیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ میں نے کہا ہم جب حدیث پیش کریں گے تو صاف صاف کہہ دیں گے کہ بھائی اس حدیث کو اللہ اور رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ ہاں! یہاں اللہ اور رسول سے کچھ نہ ملے تو حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے مطابق مجتہد کو اجتہاد کا حق ہوتا ہے۔ اب دیکھا جائے گا کہ اس حدیث پر چاروں اماموں نے عمل کیا ہے تو اس حدیث کو ہم "دلیل اجماع" سے صحیح اور قابل عمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث پر چاروں اماموں میں سے کسی نے بھی عمل نہیں کیا تو ہم بہ دلیل اجماع اس کو متروک العمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث کے موافق عمل کرنے اور نہ کرنے میں چاروں اماموں میں اختلاف ہو تو ہم اب فیصلہ اپنے امام سے لیں گے کیونکہ ہمارے امام کا یہ اعلان موافق مخالف سب جانتے ہیں کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی. کہ جب میرے نزدیک دلیل سے حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میں اس کو

اپنا مذہب قرار دیتا ہوں تو جب میرے امام کا عمل اس حدیث کے موافق ہے تو میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اگر کسی حدیث پر میرے امام کا عمل نہیں تو انہوں نے یقیناً کسی دلیل سے اس پر عمل ترک فرمایا ہے اس لئے میرے نزدیک یہ حدیث اسی دلیل سے متروک العمل ہے جو میرے امام کے سامنے ہے۔ اور غیر مقلد کے ساتھ تو صاف بات کریں کہ تیرا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا جس طرح تیرے اصول پر غلط ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اسی طرح میرے اصول پر بھی غلط ہے کیونکہ اگرچہ میں چار دلائل کو مانتا ہوں مگر نہ تو تو خدا ہے نہ رسول کہ میں تیری بات مانوں اور نہ ہی اجماع ہے اور نہ ہی تو مجتہد۔ تو میں آخر خیر القرون کے مجتہد اعظم کی تقلید چھوڑ کر تیری بات کیوں مانوں اور میں خیر القرون کا من وسلوی چھوڑ کر پندرہویں صدی کا گلا سڑا لہسن اور پیاز کیوں قبول کروں۔ انہوں نے فرمایا آپ کی یہ بات بالکل اصولی بات ہے۔ اب انشاء اللہ العزیز کسی بے اصولے کی بات ہم چلنے نہیں دیں گے۔'' (تجلیات صفدر ۱۳/۴۔۱۵)

اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ ''میں چار دلائل کو مانتا ہوں'' دیوبندی ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی کے قول کی صریح مخالفت ہے۔

[اوکاڑوی کی مذکورہ عبارت میں اگرچہ جھوٹ بھی شامل ہے، لیکن چونکہ اس وقت میرا یہ موضوع نہیں، لہٰذا اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔]

اوکاڑوی کی مذکورہ عبارت میں دیوبندی کے یہ الفاظ بھی ہیں:

''اب وہ ہمارے سامنے نہ کسی حدیث کو صحیح کہہ سکیں گے اور نہ ضعیف''

اس پر میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے اوکاڑوی کی عبارت ہی نقل کر دیتا ہوں جو اس نے کسی اہلِ حدیث کے خلاف لکھی ہے اور اب موقع کی مناسبت سے دیوبندی پر ہی چسپاں کی جاتی ہے۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''لفظ ہمارے سے مراد اگر آپ صرف میاں بیوی ہیں تو شاید آپ کی بات صحیح ہو'' (تجلیات صفدر ۳۹۵/۷)

کیونکہ اوکاڑوی کا باطل اصول اکابر دیوبند کے نزدیک بالکل صحیح نہیں۔ آل دیوبند

کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''فن حدیث کے پیش نظر اس سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ امام ابولیثؒ اگرچہ ایک بہت بڑے فقیہ ہیں مگر فن روایت اور حدیث میں تو حضرات محدثین کرامؒ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ لہٰذا ان کی پیش کردہ روایت کو اسماء الرجال کی کتابوں سے پرکھ کر دیکھیں گے کیونکہ یہی وہ فن ہے جو حدیث کا محافظ ہے۔''

(راہ سنت ص ۲۸۷، الحدیث حضرو: ۵۸ص ۲۲)

سرفراز صفدر نے مزید کہا: ''بلا شک امام محمد بن عابدین شامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) کا مقام فقہ میں بہت اونچا ہے لیکن فن حدیث اور اور روایت میں محدثین ہی کی بات قابل قبول ہوتی ہے جو جرح وتعدیل کے مسلّم امام ہیں'' (باب جنت ص ۶۵)

اصولی طور پر تو اوکاڑوی کا اصول سرفراز صفدر کی عبارتوں سے بالکل باطل ثابت ہو چکا ہے، البتہ اوکاڑوی کے باطل اصول کے خلاف کچھ مثالیں بھی بیان کی جاتی ہیں:

۱) شوال کے چھ (۶) روزوں کی حدیث: یہ حدیث بے شمار آلِ دیوبند کے نزدیک صحیح ہے، کیونکہ یہ لوگ ان روزوں کی فضیلت اپنی کتابوں اور رسالوں میں بیان کرتے رہتے ہیں، اس کے لئے آپ دیکھ سکتے ہیں: بہشتی زیور حصہ سوم (ص ۹ مسئلہ نمبر ۱۳ ص ۲۵۱) اور محمد ابراہیم صادق آبادی کی کتاب: چار سو اہم مسائل (ص ۱۹۲)

آلِ دیوبند کے ''مفتی'' حبیب الرحمٰن لدھیانوی، تبلیغی جماعت والے محمد زکریا کاندھلوی اور ابن عابدین شامی وغیرہ نے بھی شوال کے روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ہفت روزہ ختم نبوۃ (جلد ۲۹ شمارہ ۳۴۔۳۵ ص ۱۳)

اور خود امین اوکاڑوی سے جو ''انوارات'' محمود عالم صفدر دیوبندی کو حاصل ہوئے ہیں، اس میں لکھا ہوا ہے: ''کچھ متواترات کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔'' (انوارات صفدر ۱/۱۸۴)

اس کے بعد (۲۱) نمبر کے تحت لکھا ہے: ''شوال کے چھ روزے'' (انوارات صفدر ۱/۱۸۶)

قارئین کرام! محمود عالم صفدر دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کی حدیث کو اتنا صحیح مان لیا کہ متواترات میں شامل کر دیا، لیکن اس کے باوجود یہ حدیث تمام دیوبندیوں کے

نزدیک صحیح نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور شوال کے چھ روزے بھی مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ روزے مکروہ ہیں۔ اس کے لئے آپ دیکھ سکتے ہیں آلِ دیوبند کے ''مفتی'' زرولی خان دیوبندی کی کتاب: ''احسن المقال فی کراھیۃ صوم ستہ شوال'' یعنی شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق۔

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''امام مالکؒ شوال کے چھ روزوں کو مکروہ کہتے ہیں (جو کہ صحیح حدیث سے ثابت ہیں)'' (طائفہ منصورہ ص ۱۴۷)

تنبیہ: بریکٹوں والے الفاظ بھی سرفراز صفدر کے ہیں۔

قارئین کرام! اس حدیث کو اکثر دیوبندی صحیح مانتے ہیں، جیسا کہ حوالہ جات نقل کئے جا چکے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ سرفراز صفدر وغیرہ نے جو اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو کس اصول سے؟ اگر اوکاڑوی کے اصول کے مطابق دیکھا جائے تو پھر نہ تو اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور چاروں اماموں میں سے بقول سرفراز صفدر اور زرولی دیوبندی ''امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ'' نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا، لہٰذا اوکاڑوی کی تیسری اور چوتھی دلیل بھی ختم، لہٰذا جن دیوبندیوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان کے نزدیک اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، جیسا کہ شروع میں سرفراز صفدر کی عبارتوں سے بھی واضح کیا گیا ہے۔ البتہ اوکاڑوی کے نزدیک ایسے دیوبندی چار دلیلوں سے باہر نکل چکے ہیں اور اوکاڑوی کے قریبی ساتھی عبدالحق نقشبندی دیوبندی نے لکھا ہے: ''دلائل شرعیہ چار ہیں۔ (۱) قرآن حکیم ... (۲) سنت رسول اللہ ﷺ ... (۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد ... ان ہی دلائل اربعہ کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

مزید لکھا ہے: ''جب یہ معلوم اور واضح ہو چکا کہ مقلد اپنی فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں دلائل اربعہ کے دائرہ میں بند رہنے کا پابند ہوتا ہے۔ اور ان سے باہر نکلنے کی صورت میں

وہ مقلد رہتا ہی نہیں۔" (مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۴)

سرفراز صفدر دیوبندی آل دیوبند کے بہت بڑے عالم تھے، اوکاڑوی کے باطل اصول کی وجہ سے دائرۂ تقلید سے نکل کر غیر مقلد ثابت ہوئے اور غیر مقلد کے بارے میں اوکاڑوی نے لکھا ہے: "جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا اتنا ہی بڑا گستاخ اور بے ادب بھی ہوگا" (تجلیات صفدر ۳/۵۹۰)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: "امام اعظمؒ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے"

(مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵، ملفوظات حکیم الامت ۲۴/۳۳۲)

۲) مزارعت کے جواز کی حدیث:

آلِ دیوبند کے "شیخ الاسلام" محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: "مزارعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن فقہا حنفیہؒ نے امام صاحبؒ کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصہ پیداوار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متاخرین فقہا حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے، اور ایسی مثالیں تو بہت سی ہیں جن میں بعض فقہا نے انفرادی طور پر کسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی مخالفت کی ہے۔" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۸)

اب ظاہر ہے کہ مزارعت کے جواز کی حدیث کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے صحیح کہا ہے اور نہ رسول ﷺ نے صحیح کہا ہے۔ اور چار اماموں میں سے بقول تقی عثمانی امام ابوحنیفہؒ کا عمل اس حدیث کے مطابق نہیں، لہٰذا اوکاڑوی کی تیسری اور چوتھی دلیل بھی ختم اور جن فقہاء حنفیہ نے اس حدیث کو صحیح سمجھا ان کے نزدیک اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے اور یہ تو بہت ہی اچھا ہوا کہ وہ فقہاء اوکاڑوی سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے، ورنہ انھیں بھی مزارعت والی حدیث کو صحیح کہنے سے اوکاڑوی پارٹی روکتی اور نہ رکنے کی وجہ سے غیر مقلد وغیرہ کہہ کر طعنہ دیتی۔!

۳) عقیقہ کی حدیث:

غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے: ''احادیث صحیحہ میں عقیقہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابوحنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انہوں نے عقیقہ کرنے سے منع کیا ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ۱/۴۳)

محمد بن حسن شیبانی کی طرف منسوب موطأ میں لکھا ہوا ہے: ''محمد (بن حسن شیبانی) نے کہا کہ عقیقہ کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ جاہلیت میں رائج تھا اسلام کے ابتدائی دور میں کیا گیا۔ پھر قربانی نے ہر ذبح کو منسوخ کر دیا ماہ رمضان کے روزوں نے تمام روزوں کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھے'' (موطا محمد بن حسن شیبانی مترجم ص ۳۴۵)

محمد بن حسن شیبانی نے مزید کہا: ''عقیقہ نہ بچے کی طرف سے کیا جائے اور نہ بچی کی طرف سے'' (الجامع الصغیر ص ۵۳۴، دوسرا نسخہ ص ۴۹۵)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، امام حسنؒ، امام زفرؒ سب نے بڑی مضبوط قسمیں کھا کر بیان کیا کہ ہمارا ہر قول امام صاحبؒ سے ہی منقول ہے۔''

(تجلیات صفدر ۶/۱۵۹)

قارئین کرام! عقیقہ کی احادیث کو بھی آلِ دیوبند صحیح سمجھتے ہیں، لیکن اوکاڑوی کے اصول کے مطابق آلِ دیوبند عقیقہ کی احادیث کو بھی صحیح نہیں کہہ سکتے۔!

لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

۴) روزے کی حالت میں گرمی کی شدت سے سر پر پانی ڈالنے کی حدیث:

عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پیاس یا گرمی کی شدت سے صوم کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا (ابوداود)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کپڑے کو تر فرما کر اپنے بدن پر لپیٹ لیتے تھے

امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ افعال مکروہ ہیں مگر فتویٰ ان کے قول پر نہیں ۱۲ (ردالمحتار)''

(علم الفقہ ص ۴۳۶، دوسرا نسخہ ص ۴۶۸، وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا)

اس حدیث کو دیوبندیوں نے صحیح تسلیم کر کے امام ابوحنیفہ کا قول رد کر دیا ہے، لیکن یہ

حدیث اوکاڑوی کے اصول پر کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس حدیث کو نہ تو اللہ اور رسول نے صحیح فرمایا ہے اور نہ اوکاڑوی کے اصول کے مطابق اس کے صحیح ہونے پر اجماع ہے، اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کا قول اس حدیث کے خلاف ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ اوکاڑوی کا اصول باطل بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

۵) ہر نشہ آور چیز کے حرام ہونے کی حدیث:

تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء کو اتنا کم پینا جس میں نشہ نہ ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قوت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔ لیکن فقہاء حنفیہؒ نے اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا... اور یہ مثالیں ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متاخرین فقہا حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہوگئے'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۷ تا ۱۰۸)

نوٹ: تقی عثمانی کے نزدیک فقہاء حنفیہ نے امام صاحب کے ان مسائل کو صحیح صریح احادیث کی وجہ سے چھوڑا ہے۔

تقی عثمانی صاحب جن احادیث کو صحیح صریح قرار دے رہے ہیں وہ اوکاڑوی اصول کے مطابق کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

نیز خیر محمد جالندھری دیوبندی کہ جن کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی مقدس تالیفات کا یہ گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔''

(تجلیات صفدر ۵/۳۰۶)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''تفسیر قرآن کے بعد اصول حدیث کے بارے میں خیر الاصول نامی رسالہ ہے۔ اصول حدیث کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کو اس طرح کوزہ میں بند فرمایا ہے کہ خیر الاصول بالکل خیر الکلام ماقل ودل کا شاہکار ہے۔''

(تجلیات صفدر ۳۰۶/۵)

اور خیر الاصول میں خیر محمد جالندھری نے لکھا ہے: ''پہلی قسم وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں۔ جیسے موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، مختارہ ضیاء مقدسی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی عوانہ، صحیح ابن سکن، منتقی ابن جارود۔''

(خیر الاصول ص ۱۱، آثارِ خیر ص ۱۲۳)

خیر محمد جالندھری نے جن احادیث کو صحیح کہا ہے، اوکاڑوی اصول کے مطابق ان کو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

ابو بکر غازیپوری دیوبندی جس کو آلِ دیوبند ''رئیس المحققین'' کہتے ہیں، نے لکھا ہے:

''کسی حدیث کی صحت کیلئے بس یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے۔''

(آئینہ غیر مقلدیت از غازیپوری ص ۲۰۷)

غازیپوری کے قول کے مطابق بھی اوکاڑوی کا اصول باطل، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے: ''احادیث جہر آمین ورفع یدین وغیرہ میں صحیح ہیں'' (جواہر الفقہ ۱۴۹/۱)

اور اسی رشید احمد گنگوہی نے کہا: ''کہ (اتنے) سال حضرت ﷺ میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۳۰۸، حکایت نمبر ۳۰۷)

لیکن اوکاڑوی کے اصول کے مطابق گنگوہی کی بات بھی غلط ثابت ہو رہی ہے، لہٰذا اوکاڑوی کا اصول باطل ہے، بلکہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں، جیسا کہ تقی عثمانی نے بھی لکھا ہے:

''بہت سے مسائل میں مشائخ حنفیہ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔''

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۸)

مشائخ حنفیہ نے جن احادیث کو صحیح سمجھ کر امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے

وہ احادیث اوکاڑوی اصول پر کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اوکاڑوی کا اصول ہر لحاظ سے باطل ہے اور اس طرح اوکاڑوی نے ایک غلط اصول بنا کر کتنی صحیح احادیث کے انکار کی راہ ہموار کی ہے۔

اگر کسی اہل حدیث (اہل سنت) کے خلاف کوئی دیوبندی اوکاڑوی کی بولی بولے تو اہلِ حدیث (اہل سنت) بھائی کو چاہئے کہ ایسے دیوبندی سے کہے: پہلے اوکاڑوی اصول کے مطابق میرے مضمون میں ذکر کردہ احادیث کو صحیح ثابت کر کے دکھائے۔ نیز امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب جو اقوال ہیں ان کے صحیح یا ضعیف ہونے کا کیسے پتہ چلے گا اور اگر دیوبندی کوئی فلسفہ بیان کرے تو ان شاء اللہ اس میں وہ ناکام ہی رہے گا، کیونکہ نماز ظہر کے آخری وقت اور نماز عصر کے اول وقت کے متعلق امام ابوحنیفہ کے چار اقوال ہیں۔

(دیکھئے تجلیات صفدر ۵/۸۶)

اور امام ابوحنیفہ کا دوسرا قول وہی ہے جو کہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ آج کل لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔ (تجلیات صفدر ۵/۸۶)

لیکن آلِ دیوبند کا عمل امام ابوحنیفہ کے اس قول پر نہیں بلکہ پہلے قول پر ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ''ہم نے ''قوت دلیل'' کی بنا پر پہلے قول کو ترجیح دی ہے'' (تجلیات صفدر ۵/۹۳)

اوکاڑوی نے اس مسئلہ میں اپنے اصول کو خود ہی باطل ثابت کر دیا۔ چاروں اماموں کا اجماعی قول اور صاحبین اور امام طحاوی وغیرہ کے اقوال کو بھی چھوڑ دیا اور ''قوت دلیل'' نہ جانے کس چیز کا نام رکھا؟!

[تنبیہ: اوکاڑوی کے باطل اصول پر مزید تبصرے کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۶۰ ص ۱۲۔۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی اپنے بنائے ہوئے باطل اصول کے مطابق اپنے امام کی طرف منسوب اقوال کو نہ صحیح کہہ سکتا تھا نہ ضعیف تو اس مصیبت سے بچنے کے لئے اوکاڑوی نے

ایک ایسی بات کہہ دی جسے پڑھ کر مجھے پیارے نبی ﷺ کی وہ حدیث یاد آ گئی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ''اس نے بات سچی کی ہے مگر وہ خود بڑا جھوٹا ہے۔''

(ترمذی مترجم مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ ۳/ ۲۹۷، مسند احمد ۵/ ۴۲۳)

چنانچہ امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''یہ ایک بات یاد رکھیں کہ جس طرح حدیث اللہ کے نبی ﷺ کی ہوتی ہے، لیکن اس کو صحیح یا ضعیف محدثین ہی کہتے ہیں۔ کسی حدیث کو اللہ کے نبی ﷺ نے صحیح یا ضعیف نہیں کہا۔ اسی طرح آئمہ کے اقوال جو ہیں، اب کوئی یہ نہیں کہتا کہ محدثین نبی ﷺ پر حاکم بن گئے ہیں کہ کون ہوتا ہے بخاری نبی ﷺ کی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے والا، وہ قاعدوں سے بتلایا کرتا ہے۔ اسی طرح کون سا قول صحیح ہے، کس پر اعتماد ہے، کس پر اعتماد نہیں ہے وہ آئمہ اصول بتایا کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۲/ ۱۷۶)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''جس طرح اصولیین قاعدے سے حدیث کو صحیح یا ضعیف کہا کرتے ہیں اسی طرح اصولیین یہ بتایا کرتے ہیں کہ کون سے اقوال صحیح ہیں کون سے اقوال ضعیف ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۲/ ۱۷۶)

قارئین کرام! میں یہاں ایک مثال بیان کر کے اس بات کو ختم کرتا ہوں۔ اگر کوئی اہلِ حدیث امام طحاوی کی کتاب سے کوئی حدیث پیش کرے اور کہے کہ امام طحاوی نے اسے صحیح کہا ہے، اور کوئی شرارتی قسم کا دیوبندی احکام شریعت اور اصول حدیث کے فرق کو نظر انداز کر کے امام طحاوی کا کوئی اور قول اہلِ حدیث کے خلاف پیش کر کے کہے کہ اسے بھی تسلیم کرو، ورنہ حدیث بھی نبی ﷺ سے صحیح ثابت کرو، تو ایسے دیوبندی کو چاہئے کہ اپنے امام کی طرف منسوب اقوال بھی اپنے امام سے ہی صحیح یا ضعیف ثابت کرے، کیونکہ آلِ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں گے وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں اُن کا مقلد نہیں۔'' (سوانح قاسمی ۲/ ۲۲)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

کیا فرقہ بندی کفر، شرک اور لعنت ہے؟

جماعت المسلمین رجسٹرڈ اس بات کا بھی بہت زیادہ پرچار کرتی ہے کہ فرقہ بندی (مسلمین کا مختلف جماعتوں، تنظیموں اور گروہوں میں بٹ جانا) کفر، شرک، لعنت اور عذاب ہے اور اس بنا پر یہ لوگ اپنی رجسٹرڈ جماعت کے چند افراد کے علاوہ کرۂ ارض کے جملہ اہلِ اسلام کو کافر، مشرک اور لعنت میں مبتلا سمجھتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہم نے ''سمجھنے'' کی بات کی ہے کہنے کی نہیں، کچھ عرصہ اس جماعت کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ یہ لوگ آپس کی گفتگو میں تو بلا جھجک و بے دھڑک رجسٹرڈ جماعت سے باہر کے لوگوں کو کافر و مشرک کہہ دیتے ہیں، لیکن تبلیغی حکمت کے پیشِ نظر دوسرے لوگوں کے سامنے کہتے نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگوں سے متعلق اختیار کردہ ان کے معاملے سے بھی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ لوگ نہ تو دوسرے کے ساتھ نکاح جائز سمجھتے ہیں نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اُن کے لئے دعائے مغفرت جائز سمجھتے ہیں اور یہ بات تو محتاجِ بیان نہیں کہ اسلام میں اس طرح کا معاملہ کفار و مشرکین کے ساتھ مختص ہے۔ ایک استثناء ہے کہ اہلِ کتاب کی خواتین کے ساتھ نکاح جائز رکھا گیا ہے اور مشرکین کی خواتین کے ساتھ نہیں۔ رجسٹرڈ جماعت کے افراد جماعت سے باہر لوگوں کی خواتین سے بھی نکاح جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن اُن کا اصرار یہی ہوتا ہے کہ ہمیں تکفیری نہ کہا جائے۔

ان کے امیر ثانی اشتیاق صاحب نے لکھا:

''اگر آپ کہیں کہ یہ فرقہ پرست بھی مسلم ہیں یہ بھی جماعت المسلمین ہیں تو آپ کا استدلال احادیث کے خلاف ہوگا'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۹)

ایک اور جگہ اشتیاق صاحب نے لکھا:

'' غلط فہمی | اور ان کے مرنے کے بعد نہ تو ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور نہ ان کے لئے

استغفار کرتے ہیں...

ازالہ کیونکہ فرقہ پرستی شرک ہے، کفر ہے، لعنت ہے اور عذاب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:- ....تمام فرقوں کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤ۔ اور یہ چیز بھی صحیح حدیث میں موجود ہے کہ لوگ ایمان لانے کے بعد کفر کریں گے...حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں... میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے والدین کے لئے بخشش طلب کر رہا ہے حالانکہ اس کے والدین مشرک تھے۔ میں نے کہا تم اپنے والدین کے لئے بخشش طلب کر رہے ہو حالانکہ وہ مشرک تھے؟ اس شخص نے کہا کیا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والدین کے لئے بخشش طلب نہیں کی تھی اور وہ مشرک تھے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں: میں نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو یہ آیت نازل ہوگئی: نبی کے لئے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے دعاء بخشش کریں۔'' (حوالہ بالا ص ۴۵)

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ محض الزام و بہتان نہیں بلکہ حقیقت میں یہی رجسٹرڈ جماعت کا نظریہ ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں فرقہ بندی سے متعلق کہی گئی ان باتوں کی اصل حقیقت کیا ہے؟ چونکہ کفر، شرک، لعنت اور عذاب کا حکم ''فرقہ بندی'' پر لگایا گیا ہے تو سب سے پہلے اس کے معنی و مفہوم کو متعین کرنا اور سمجھنا ضروری ہے۔ جب مفہوم متعین ہو جائے گا تو یہ بات بھی با آسانی سمجھ آ جائے گی کہ جن دلائل کی روشنی میں اسے کفر، شرک، لعنت اور عذاب کہا جا رہا ہے۔ اس پر یہ حکم لگانا درست ہے یا غلط؟

فرقہ بندی کا مفہوم: ''فرقہ بندی'' دو الفاظ سے مرکب ہے: ''فرقہ'' اور ''بندی'' ان میں سے ''فرقہ'' عربی زبان کا لفظ ہے جبکہ ''بندی'' فارسی زبان کا۔ فرقہ کے معنی ہیں: انسانوں کا گروہ، جماعت، گروپ، تنظیم اور پارٹی۔ یہ لفظ اس شکل میں قرآن مجید میں ایک بار استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ﴾ تو کیوں نہ نکلی ان کے ہر فرقہ (گروہ) میں سے ایک جماعت تا کہ وہ لوگ دین میں سمجھ

بوجھ حاصل کریں۔ (التوبہ:۱۲۲)

اس آیت میں ''فرقہ'' سے مراد ایک جماعت وگروہ ہے۔

''بندی'' فارسی کا لفظ ہے۔ یہ ''بندہ'' کی مؤنث ہے۔ اس کے معنی ہیں: کنیز، لونڈی، اس طرح ''فرقہ بندی'' عربی فارسی کا مرکب ہے۔ لغت میں اس کے یہ معنی لکھے ہوئے ہیں:

''جماعت بنانا، کسی گروہ کی تنظیم'' (علمی اردو لغت ص ۱۰۵۲)

اس کے مفہوم واضح ہو جانے کے بعد اس بات پر غور کرنا ہے کہ یہ تنظیم سازی، علیحدہ علیحدہ گروہوں میں بٹ جانا جو اس دور میں وبائے عام کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ شرک، کفر، لعنت اور عذاب ہے یا نہیں؟

یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''امت مسلمہ'' کو علیحدہ علیحدہ گروہوں میں بٹ جانے سے روکتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾

اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔ (آل عمران:۱۰۳)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں فرقہ، فرقہ بننے سے، مختلف گروہوں میں بٹ جانے سے منع فرمایا اور سب ایمان والوں کو اللہ کی رسی (قرآن وسنت) کو مضبوطی سے تھامے رہنے کا حکم دیا۔ اس کے باوجود امت کا علیحدہ علیحدہ گروہوں، تنظیموں اور جماعتوں میں بٹ جانا ''وَ لَا تَفَرَّقُوْا'' کی صریح خلاف ورزی، نافرمانی اور گناہ ہے اور بعض جگہ اجتہادی خطا ہے، لیکن کیا ہر نافرمانی و گناہ کفر و شرک اور لعنت ہے؟ قرآن وسنت کی تعلیمات سے واقف ہر باشعور مسلم اس کا جواب نفی میں ہی دے گا، اور خود مسعود صاحب کے لٹریچر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ مسعود صاحب نے لکھا: ''ہمارے ہاں کفر اور شرک گناہ کبیرہ اور صغیرہ گناہ تینوں کی درجہ بندی موجود ہے، ہم گناہ صغیرہ یا کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتے مسلم ہی کہتے ہیں'' (الجماعۃ ص ۳۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ رجسٹرڈ جماعت کے ہاں بھی ہر گناہ اگرچہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو کفر و شرک نہیں۔ فرقہ بندی بھی گناہ ہے، لیکن محض گناہ ہونے کی وجہ سے اسے کفر

وشرک یا لعنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے لئے علیحدہ سے دلیل کی احتیاج وضرورت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سے دلائل ہیں جن کی بنا پر یہ لوگ یہ حکم لگاتے ہیں، پھر ان دلائل سے ان کی بات ثابت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

فرقہ بندی اور شرک: مسعود صاحب نے فرقہ بندی کو شرک بتلاتے ہوئے لکھا ہے:

''فرقہ بندی شرک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ اور اے ایمان والو مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ یعنی ان لوگوں میں سے (نہ ہو جاؤ) جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے بن گئے، تمام فرقے جو (فرقہ وارانہ مذاہب) ان کے پاس ہیں اُسی میں مگن ہیں۔ (الروم:۳۱، ۳۲)

مندرجہ بالا آیات میں... مشرکین سے کلیۃً وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فرقہ فرقہ بن گئے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ فرقہ بندی شرک ہے اور فرقہ پرست شرک کے مرتکب ہیں'' (توحید المسلمین ص ۳۲۶)

اسی طرح مسعود صاحب نے لکھا: ''دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ (مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا) تشریح ہے (مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ) کی یعنی دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقوں میں تقسیم ہو جانے والے مشرک ہیں'' (تفسیر قرآن عزیز ج ۷ ص ۸۲۶)

فرقہ بندی کو شرک ثابت کرنے کے لئے رجسٹرڈ جماعت کی طرف سے یہی ایک دلیل پیش کی جاتی ہے۔ ان آیات میں ''تفریق فی الدین'' (دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہوئے دین میں تفریق کرنے) کو ''مشرکین'' کا طرزِ عمل بتلا کر اہلِ ایمان کو اس سے روکا گیا ہے۔ صرف فرقہ بندی یعنی آپس میں فرقوں میں بٹ جانے کو ''شرک'' نہیں کہا گیا۔ آپس میں فرقوں میں بٹ جانا اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ فرقہ بندی یعنی فرقوں میں بٹ جانا شرک ہے۔ جو ان آیات سے ثابت نہیں ہوتا۔ رہا تفریق فی الدین کا شرک ہونا تو اس کی صراحت بھی ان آیات میں نہیں صرف

مشرکین کا یہ طرزِ عمل بتلایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کا ایک اور مقام ملاحظہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾

مشرکین کے لئے تباہی ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

(حٰمٓ السجدۃ: ۶، ۷)

ان آیات کی تفسیر میں مسعود صاحب نے لکھا:

''ان آیات میں مشرکین کی دو خاص صفات بتائی گئی ہیں: زکوٰۃ نہ دینا (یعنی اللہ کے نام پر خرچ نہ کرنا) اور آخرت کا انکار کرنا۔'' (تفسیر قرآن عزیز ج ۸ ص ۶۴۲)

اس مقام پر مسعود صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ زکوٰۃ نہ دینا اور آخرت کا انکار کرنا مشرکین کی صفت ہے، لہٰذا شرک ہے بلکہ ان باتوں کو مشرکین کی صفت بتلایا اور واقعتاً یہ ان کی صفات بھی تھیں، لیکن اگر کوئی مسلم و مومن شخص انتہائی درجے کا بخیل، کنجوس ہو، بخل و کنجوسی اس کی پختہ عادت بن چکی ہو مگر وہ شرک و کفر سے مکمل طور پر اجتناب کرتا ہو۔ شرک و کفر سے کوسوں دور ہو تو کیا مشرکین کی صرف اس صفت میں مشابہت کی بنا پر کوئی اُسے ''مشرک'' اور کنجوسی و بخل کو ''شرک'' قرار دے سکتا ہے؟ ہاں! سمجھانے کے لئے یہ تو ضرور کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسے مشرکین کی صفت بتلایا ہے، لہٰذا ایمان والوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، لیکن خود اس بات کو شرک نہیں کہہ سکتے۔ بالکل اسی طرح تفریق فی الدین مشرکین کا طرزِ عمل بتلایا گیا، لیکن خود اسے شرک نہیں کہا گیا۔

بر سبیل تنزل مسعود صاحب کی بات مان بھی لی جائے تو ان آیات سے جو چیز شرک ثابت ہوتی ہے وہ ہے: دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ آیت کے الفاظ ہیں: ''فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ'' مسعود صاحب نے بھی ان کا ترجمہ یہی لکھا کہ ''جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''

اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا اور بلا تفریق مکمل دین پر ایمان رکھتے ہیں اور اصل

راستہ پر قائم ہیں، قرآن وسنت ہی کو اصل دین سمجھتے ہیں، لیکن آپس میں تفریق کا شکار ہو کر مختلف جماعتوں یا تنظیموں میں بٹ چکے ہیں ان کا شرک یا مشرک ہونا کیسے ثابت ہوا؟ وہ تو "فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ" دین کو ٹکرے ٹکڑے کرنے کے مرتکب ہی نہیں ہوئے تو وہ کس طرح مشرک ہوئے؟ حالانکہ مسعود صاحب نے خود لکھا ہے:

"لغوی اعتبار سے فرقہ آپ جسے چاہے کہہ لیں، لیکن اصطلاحی لحاظ سے فرقہ وہ ہے جس نے اصل راستہ سے افتراق کیا" (فرقوں سے علیحدگی ضروری ہے ص ۲، آئینہ دار ص ۱۴۲)

اسی طرح یہ بھی لکھا:

"اصطلاح شرع میں فرقہ اس گروہ کو نہیں کہتے جو اصل راستے پر گامزن رہا ہو یعنی جو گروہ اس راستے پر قائم ہو جس راستے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو چھوڑا تھا وہ فرقہ نہیں ہوگا" (جماعت المسلمین پر اعتراضات اور انکے جوابات ص ۲۸)

اصل راستہ کیا ہے؟ یقیناً قرآن وسنت، تو وہ مسلمین جو قرآن وسنت پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ توحید وسنت کے ساتھ ان کا مضبوط تمسک ہے۔ کفر وشرک اور بدعات وضلالات سے کوسوں دور ہیں۔ اصل راستہ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ مسعود صاحب کے اعتراف کے مطابق شرعی اصطلاح میں اصل راستے پر گامزن گروہ فرقہ نہیں ہو سکتا، لیکن افسوس! اعترافِ حقیقت کے باوجود عملی طور پر خود مسعود صاحب اور ان کی رجسٹرڈ جماعت ایسے لوگوں کو بھی کافر ومشرک ہی سمجھتے ہیں جو اصل راستہ پر قائم ہیں۔ ان کا یہ سمجھنا قطعاً درست نہیں ہے، جس کی تفصیل ہم اپنے دلائل میں عرض کریں گے۔ ان شاء اللہ

مسعود صاحب اور ان کی جماعت کے نظریے کے مطابق اگر فرقہ فرقہ بننا شرک ہے تو یہ خود بھی ایک فرقہ بنائے ہوئے ہیں اور اس اعتبار سے اپنے ہی فتویٰ کی زد میں ہیں۔ کسی دلیل سے اپنا استثناء ثابت نہیں کر سکتے۔

فرقہ بندی اور کفر؟: "فرقہ بندی" کو کفر ثابت کرنے کے لئے ان حضرات کی طرف سے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے۔ مسعود صاحب نے لکھا: "فرقہ پرستوں سے کہا جائے گا:

اکفرتم بعد ایمانکم (کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا) گویا فرقہ پرستی کفر ہوئی (آل عمران۔۱۰۶)'' (وقار علی صاحب کا خروج ص ۷، اشاعت جدید ص ۵، آئینہ دار ص ۵۳۱)

آیئے! دیکھتے ہیں کہ کیا سورۂ آل عمران کی اس آیت میں یہ بات ہے کہ ''فرقہ پرستوں سے کہا جائے گا اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ'' یا یہ محض مسعود صاحب کا گمان اور ذاتی رائے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے سے اختلاف کیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آچکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو عذاب چکھو۔ اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ (آل عمران: ۱۰۵، ۱۰۶)

ان آیات پر غور کیجئے! اس میں وہ بات کہاں ہے؟ جو مسعود صاحب نے بیان فرمائی کہ ''فرقہ پرستوں سے کہا جائے گا: اکفرتم بعد ایمانکم (کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟'' اگر رجسٹرڈ جماعت کے کسی بھی فرد کا یہ خیال ہو کہ یہ بات قرآن مجید میں تو موجود ہے، لیکن مسعود صاحب سے حوالہ نقل کرنے میں غلطی ہو گئی ہے، تو یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے انسان سے غلطی ہو جایا کرتی ہے وہ درست حوالہ دے دیں ہم تسلیم کر لیں گے۔ اگر قرآن مجید میں نہیں تو کسی بھی صحیح و حسن حدیث سے بھی دکھا سکتے ہیں جس سے مسعود صاحب کی یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ بات ''فرقہ پرستوں سے کہی جائے گی''

دگرنہ ہم تو اسے مسعود صاحب کے فہم کی غلطی کہہ دیں گے بس! لیکن خود ان کے اصولوں پر وہ کہاں جا پہنچیں گے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے آپ انھی کی چند تحریریں

ملاحظہ کیجئے۔ ظاہری بات ہے مسعود صاحب نے جو اصول بیان کئے ہیں، انھیں ان اصولوں کی کسوٹی پر ہی پرکھا جائے گا۔ مسعود صاحب نے لکھا: ''آیت میں امراء کے ساتھ حکومت کی کوئی شرط اللہ تعالیٰ نے نہیں لگائی ...اپنی طرف سے حکومت کی شرط کتاب اللہ پر زیادتی ہے اور یہ کفر ہے'' (امیر کی اطاعت ص ۳، اشاعت جدید ص ۲، آئینہ دار ص ۲۱۹)

اور یہ بھی لکھا: ''امیر کی اطاعت کے لئے حدیث میں کوئی شرط نہیں ہے۔ اپنی طرف سے حکومت کی شرط لگانا شریعت سازی ہے اور یہ شرک ہے''

(امیر کی اطاعت ص ۴، اشاعت جدید ص ۲، آئینہ دار ص ۲۱۹۔ ۲۲۰)

مسعود صاحب کی ان باتوں سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے شرط نہیں لگائی ...تو اپنی طرف سے شرط لگانا کتاب اللہ پر زیادتی اور کفر ہے اور حدیث میں شرط نہیں تو اپنی طرف سے لگانا شریعت سازی اور شرک ہے۔ تو جب کسی بھی آیت یا حدیث میں یہ بات نہیں کہ ''فرقہ پرستوں سے کہا جائے گا: اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟'' نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ بھی ان کے اصولوں کے مطابق کتاب اللہ پر اپنی طرف سے اضافہ وزیادتی ہے جو کہ کفر، شریعت سازی اور شرک ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صرف فہم کی غلطی ہے، لیکن خود مسعود صاحب جس طرح ہر موقع پر بالخصوص مخالفین کے مقابلے میں ایسی باتوں کو فوراً کفر وشرک، شریعت سازی کا نام دے دیتے تھے۔ اگر یہ اصول محض مخالفین کو خوفزدہ کرنے کے لئے نہیں ہیں تو رجسٹرڈ جماعت کے لوگ اپنے بانی ''امام'' مسعود صاحب کے متعلق کیا ارشاد فرمائیں گے؟ کسی بھی بات کو کفر یا شرک کہنے کے لئے واضح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی گناہ کتنا ہی بڑا اور مذموم ہو اُسے اپنی طرف سے کفر نہیں کہا جا سکتا۔ فرقہ بندی بھی مذموم عمل ہے، لیکن اس سے نفرت ہمیں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتی کہ ہم اس کے خلاف اپنی طرف سے کہی ہوئی بات یا اپنے خیال اور رائے کو اللہ تعالیٰ یا اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔ کلا و کلا

باقی رہا ان آیات کا مفہوم تو سورۂ آل عمران کی آیت نمبر: ۱۰۵ میں ہمیں اس بات

سے روکا گیا کہ ''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے واضح دلائل آ جانے کے باوجود تفرقہ اوراختلاف کیا'' لیکن اس سے اگلی آیت میں جوفرمایا کہ ''اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ '' کیاتم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔'' کا تعلق بھی خاص انھیں لوگوں سے ہے؟ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ بغیر دلیل وثبوت کے یہ بات قطعاً نہیں کہی جاسکتی۔ آیت کا یہ حصہ خود صریح اور مفسر ہے کہ یہ بات ان لوگوں سے کہی جائے گی۔ جنھوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہو۔ اگر یہ کسی علیحدہ دلیل سے ثابت کر دیتے ہیں کہ فرقہ بندی کفر ہے تو تب یہ بات کہنے کی گنجائش رکھتے ہیں۔

ہر وہ شخص جس کے دل و دماغ پر جماعتی تعصب و جانبداری کا اثر نہ ہو اور آنکھوں پر بانی جماعت کی عقیدت کا چشمہ اور شخصیت پرستی کی پٹی نہ بندھی ہوئی ہو تو اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بانی جماعت نے قرآن مجید سے اپنے موقف ونظریہ کو ثابت کرنے کے بجائے اپنی بات قرآن مجید کی طرف منسوب کر دی۔ قرآن مجید میں کہیں بھی یہ بات نہیں کہ فرقہ بندی کفر ہے۔

کیا فرقہ بندی لعنت ہے

فرقہ بندی کو لعنت ثابت کرنے کے لئے ان حضرات کی طرف سے ان کے لٹریچر میں کوئی دلیل سامنے نہیں آئی۔ ان کے علماء حضرات سے رابطہ کیا تو ان کے معروف عالم اور مقرر شاہد علی صاحب نے بذریعہ موبائل فون درج ذیل پیغام (SMS) ارسال کیا:

'' آل عمران ۸۶، ۸۷، ۸۸ اور اور ۱۰۵، ۱۰۶ سے یہ استدلال لیا ہے میں نے''

آیئے دیکھتے ہیں ان آیات میں اس بات کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ

عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَ لَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ﴾ اللہ اُس قوم کو کیسے ہدایت دے جو اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے اور انھوں نے شہادت دی کہ یقیناً یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ لوگ ان کی سزا یہ ہے کہ بے شک ان پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں، سب کی لعنت ہے۔ یہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔ (آل عمران: ۸۶۔۸۷)

ان آیات میں ''لعنت'' کا ذکر ضرور موجود ہے، لیکن اس بات کا ذکر کہیں نہیں کہ ''فرقہ بندی لعنت ہے'' اور محض لعنت یا کسی دوسری وجہ سے کی گئی ''لعنت'' سے فرقہ بندی لعنت کیسے ثابت ہوتی ہے؟

شاھد صاحب کی محولہ آیت: ۱۰۵، ۱۰۶ بھی ملاحظہ کیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَ اخۡتَلَفُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۙ۝ يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ ۟ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴾ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے سے اختلاف کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ (آل عمران: ۱۰۵، ۱۰۶)

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان آیات میں بھی ''فرقہ بندی لعنت ہے'' والی بات کہیں موجود نہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں کئی گناہوں پر ''لعنت'' کا اطلاق ہوا ہے۔ مگر اپنی طرف سے کسی گناہ پر لعنت کرنا یا کسی گناہ کے مرتکب کو ''ملعون'' قرار دے دینا قطعاً جائز نہیں۔ اگر کوئی دوسرا یہ حرکت کرتا تو یہ لوگ فوراً شریعت سازی قرار دے کر شرک کا الزام لگا دیتے ہیں۔ ؎ مگر ''مومنوں'' پر کشادہ ہیں راہیں!!

فرقہ بندی (مسلمانوں کا مختلف گروہوں میں بٹ جانا) کفر یا شرک نہیں ہے:

''فرقہ بندی'' کا مفہوم ابتدا میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس قسم کی فرقہ بندی یعنی گروہ بندی اور تنظیم سازی اگرچہ ''وَ لَا تَفَرَّقُوْا'' جیسے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے، لہٰذا جائز نہیں ہے، لیکن یہ کفر و شرک نہیں ہے۔ اس کے دلائل ملاحظہ کیجئے:

۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ﴾
(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے یا تمھارے پیروں کے نیچے سے یا تمھیں فرقوں میں بانٹ دے اور تمھیں آپس کی لڑائی کا مزا چکھائے۔ (الانعام: ۶۵)

اس آیت سے یہ تو واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ کا ''فرقوں میں بٹ جانا'' یعنی فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے، لیکن یہ کفر و شرک بھی ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث ملاحظہ کیجئے:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا:

''لما نزلت هذه الآية : ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ قال رسول الله ﷺ: ((أعوذ بوجهك)) (اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ) قال: ((أعوذ بوجهك)) ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ قال رسول الله ﷺ: ((هذا أهون أو هذا أيسر .))

جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) کہہ دیجئے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس بات پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے، تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں (جب فرمایا:) یا تمھارے پیروں کے نیچے سے عذاب بھیج دے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں، (جب فرمایا) یا تمھیں فرقوں میں

بانٹ دے اور آپس کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آسان تر ہے۔
(صحیح البخاری کتاب التفسیر، باب قل ھو القادر... ح ۴۶۲۹)

غور کیجئے! مذکورہ بالا آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مختلف عذابوں کی وعید سنائی کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب نازل کردے۔ اوپر سے نازل ہونے والا عذاب کیا ہے؟ جیسے پتھر برسانا، تیز وتند ہوائیں، بارش، آندھی یا طوفان وغیرہ تو رسول اللہ ﷺ نے اوپر کے کسی بھی عذاب کی وعید سن کر اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب فرمائی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قدموں کے نیچے سے عذاب کی وعید سنائی۔ قدموں کے نیچے کا عذاب کیا ہے؟ جیسے زلزلہ، سیلاب یا زمین میں دھنسایا جانا وغیرہ تو رسول اللہ ﷺ نے اس عذاب سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فرقوں میں بانٹ کر آپس کی لڑائی کا مزا چکھانے کی وعید سنائی تو رسول اللہ ﷺ نے پہلے عذابوں کی نسبت اسے زیادہ آسان جانتے ہوئے فرمایا: ''یہ آسان تر ہے'' اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر ''فرقوں میں بٹ جانا شرک یا کفر ہوتا'' جیسا کہ مسعود صاحب اور ان کی رجسٹرڈ جماعت کا یہ دعویٰ ہے تو اس دعویٰ کے مطابق جوں ہی یہ امت فرقوں میں بٹی سب کے سب شرک وکفر میں مبتلا ہو کر کافر ومشرک ہو گئے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے مذکورہ بالا آیت کا مطلب اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ ''کہہ دیجئے! وہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب نازل کرے یا تمھارے پیروں کے نیچے سے یا تمھیں شرک وکفر میں مبتلا کردینے والے عذاب میں مبتلا کردے'' نیز حدیث بالا کا مفہوم یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے آندھی، طوفان یا زلزلہ وسیلاب وغیرھا عذاب کے مقابلہ میں اس امت کو شرک وکفر کے عذاب میں مبتلا کئے جانے کے عذاب کو آسان تر قرار دے دیا۔! (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)

شرک وکفر کی قباحت وشناعت اور اس کے بھیانک انجام سے واقف کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلم بھی آندھی طوفان یا زلزلوں کے مقابلے میں اسے آسان تر قرار نہیں دے سکتا تو

شرک وکفر کی بیخ کنی کرنے والے امام الانبیاء نبی آخرالزمان ﷺ سے متعلق کس طرح اس بات کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ نے آندھی طوفان یا زلزلہ جیسے عذاب کے مقابلہ میں شرک وکفر میں مبتلا کئے جانے کے عذاب کو "آسان تر" قرار دے دیا۔

(نعوذ باللہ)

جبکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اولین واہم ترین مقصد ہی توحید کا اثبات اور شرک کی بیخ کنی ہوتا ہے۔ قرآن وسنت کے متعدد دلائل اس پر شاہد (گواہ) ہیں۔ کم ازکم کوئی مومن تو اس بات سے انکار کی گنجائش نہیں پائے گا۔ مسعود صاحب نے لکھا ہے:

"توحید اعمال صالحہ کی اصل اور ایمان واسلام کی روح ہے۔ اگر توحید نہیں تو ایمان واسلام بھی نہیں۔ بغیر توحید کے تمام اعمالِ صالحہ بیکار ہیں۔ توحید آخرت میں نجات کے لئے شرط ہے، شرک کی موجودگی میں نجات ناممکن ہے" (توحید المسلمین ص ۱۰)

نیز یہ بھی لکھا ہے:

"شرک توحید کی ضد ہے اور کیونکہ شرک کی موجودگی میں توحید باقی نہیں رہتی لہٰذا شرک کی برائی پر بھی اتنا ہی زور دیا گیا ہے جتنا کہ توحید کی اہمیت پر" (توحید المسلمین ص ۲۷)

لیکن یہ قطعاً کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ آندھی زلزلہ کے عذاب میں ہلاک کئے جانے کی صورت میں نجات ناممکن ہے یا ایسے عذاب میں مبتلا کئے جانے کی صورت میں ایمان و اسلام باقی نہیں رہتا۔ جب معاملہ یہ ہے تو یہ تصور بھی محال ہے کہ "فرقوں میں بٹ جانا کفر و شرک ہو" اور امت سے بے انتہا محبت کرنے والے پیارے رسول اللہ ﷺ امت کو شرک وکفر کے عذاب میں مبتلا کئے جانے کی وعید سن کر اسے آسان قرار دے دیں!

ایسا قطعاً نہیں ہوسکتا، لہٰذا فرقہ بندی ممنوع ومذموم ہونے کے باوجود کفر وشرک نہیں ہے۔ جیسا کہ بہت سے گناہ مذموم وکبائر ہونے کے باوجود شرک یا کفر نہیں ہیں۔ اگر فرقہ بندی کفر یا شرک ہوتی تو آپ ﷺ اسے کبھی بھی آسان تر قرار نہ دیتے۔

جب ہم نے یہ استدلال رجسٹرڈ جماعت کے ساتھیوں کے سامنے رکھا تو انھوں نے

درج ذیل جواب دیا جو کہ ہمارے پاس ریکارڈ میں موجود ہے:

''اگر اوپر سے عذاب نازل ہو یا نیچے سے عذاب نازل ہو تو پوری امت یک دم تباہ و برباد ہوگی جیسے گزشتہ امتیں تباہ ہوئیں۔ فرقہ بندی کو اس لئے ''ایسر'' (آسان تر) کہا گیا کہ اس سے پوری امت تباہ نہیں ہوگی بلکہ جو لوگ اللہ کی رحمت سے بچنے والے ہونگے ''وَ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ (لوگ ہمیشہ اختلاف میں مبتلا رہیں گے سوائے ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا)

اس کے تحت وہ لوگ ان شاء اللہ بچ سکتے ہیں جو لوگ ایک جماعت بن کر رہنا چاہیں فرقہ بندی سے بچنا چاہیں۔ یعنی امکان ہے لوگوں کے بچنے کا، لیکن اگر اوپر یا نیچے سے عذاب آئے تو کسی کے بھی بچنے کا امکان نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ یہ اس کے مقابلہ میں کم تر ہے۔''!

الجواب: یہ بات محض قولِ امام کے دفاع میں کہی جاتی ہے، اس قول سے بھی یہ ماننا لازم آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (نعوذ باللہ) شرک و کفر کو آسان کہہ دیا۔ وہ رسول ﷺ جن سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا﴾ شاید آپ اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ختم کر لینے والے ہیں، اگر وہ اس کلام (ہدایت) پر ایمان نہ لائے۔ (الکہف:٦)

نیز فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں، اس لئے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ (الشعراء:٣)

یعنی ان کافروں کے ایمان نہ لانے سے غم کرتے کرتے غم میں اپنی جان ختم کر دیں گے کہ یہ لوگ کیوں اس کلامِ ہدایت پر ایمان نہیں لاتے؟ اگر فرقہ بندی شرک یا کفر ہے تو وہ رسول ﷺ کس طرح اہلِ ایمان کے شرک و کفر میں مبتلا ہو جانے کو آسان تر قرار دے سکتے ہیں، جبکہ آندھی طوفان یا زلزلہ وغیرہ کے عذاب میں ختم ہو جانے سے کفر قطعاً لازم نہیں آتا، اس کے بہت سے دلائل ہیں۔

ہم بطور ثبوت چند ایک دلائل عرض کیے دیتے ہیں:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ ، فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ)) قَالَتْ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ وَ فِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ ؟ قَالَ: ((يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ .))

کعبہ پر ایک لشکر حملہ کے لئے نکلے گا، جب وہ بیداء مقام پر پہنچے گا تو اس پورے لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان کے اول و آخر یعنی سب کو زمین میں کیوں دھنسا دیا جائے گا، جبکہ ان میں بازار والے بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی جو اُن میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب کو دھنسا دیا جائے گا، پھر وہ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۸)

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا أنزل اللّٰه بقومٍ عذابًا ، أصاب العذاب من كان فيهم ثم بعثوا علٰى أعمالهم .)) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو وہ عذاب اس قوم کے تمام لوگوں کو پہنچتا ہے، پھر وہ اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۱۰۸)

معلوم ہوا کہ عذاب تو مسلم، مومن، کافر، مشرک، فاسق اور فاجر سب پر آجاتا ہے، لیکن معاملہ یکساں نہیں ہوتا، جو جن اعمال پر تھا اس کے مطابق اس کا انجام ہوگا، نیز عذاب آجانے سے کسی مومن و مسلم پر کفر و شرک بھی لازم نہیں آتا۔

دوسری دلیل: اس سلسلے میں دوسری دلیل ملاحظہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو۔ (الحجرات: ۹)

اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو، یعنی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مومنین کے دو گروہ ہو جائیں۔ اگر

فرقوں یا گروہوں میں بٹ جانا کفر یا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان گروہوں میں بٹ جانے والوں، بلکہ آپس میں قتال کرنے والوں کو ''مومنین'' کیوں قرار دیتا؟! امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح الجامع میں یہ آیت نقل کر کے فرمایا: ''فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ '' اللہ تعالیٰ نے انھیں مومنین کا نام دیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''و استدلال المؤلف أيضًا على أن المؤمن إذا ارتكب معصيةً لا يكفر بأن الله تعالىٰ أبقى عليه اسم المؤمن فقال: ﴿ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا ﴾ ثم قال: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾ مؤلف (امام بخاری) نے اس آیت سے بھی استدلال فرمایا کہ مومن اگر معصیت (نافرمانی) کا ارتکاب کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (یعنی کافر قرار نہیں دیا جائے گا) چونکہ اللہ تعالیٰ نے (ارتکابِ معصیت کے باوجود) اس پر مومن کا نام باقی رکھا اور فرمایا: اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ پھر (اگلی آیت میں) فرمایا: مومن تو درحقیقت آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۵ تحت حدیث: ۳۱)

مختصر یہ کہ دو گروہوں میں بٹ جانے اور آپس میں قتال کرنے کے باوجود انھیں مومنین ہی قرار دیا جانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ فرقہ بندی شرک یا کفر نہیں۔ ممنوع اور معصیت ضرور ہے، لیکن ہر معصیت کفر و شرک نہیں ہوتی۔

تیسری دلیل: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يكون في أمتي فرقتان فيخرج من بينهما مارقة، يلي قتلهم أولاهم بالحق.)) میری امت میں دو فرقے ہو جائیں گے پس ان کے درمیان سے دین سے نکل جانے والا (تیسرا) فرقہ نکلے گا اس (تیسرے) فرقے کو وہ لوگ قتل کریں گے جو (پہلے دونوں فرقوں میں سے) حق کے زیادہ قریب ہوں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۹)

مسعود صاحب نے لکھا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ''عنقریب ایک قوم نکلے گی جن کی نماز کے مقابلہ میں تم اپنی نماز کو حقیر سمجھو گے... وہ ایسے وقت میں نکلیں

گے جب مسلمین میں اختلاف ہوگا اور وہ دو جماعتوں میں تقسیم ہوجائیں گے ان کو مسلمین کی وہ جماعت قتل کریگی جو حق کے زیادہ قریب ہوگی'' (تاریخ الاسلام ص ۷۷۰)

نیز لکھا ہے: ''ایک فرقہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور ایک حضرت معاویہؓ کے۔ حدیث کے مطابق یہ دونوں فرقے حق پر تھے... کیا یہ دینی فرقے تھے، کیا ان کے مذاہب و مسالک الگ الگ تھے، کیا ان کی فقہیں علیحدہ علیحدہ تھیں؟ اگر نہیں تو پھر اصطلاح شرع میں یہ فرقہ نہیں ہوئے۔'' (الجماعۃ القدیمہ ص ۲۳، آئینہ دار ص ۵۰۹)

اگر فرقہ بندی، فرقوں میں بٹ جانا ہی کفر و شرک ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کفر یہ شرکیہ عمل کو کیسے حق کہہ دیا؟ (نعوذ باللہ) اگر یہ کہا جائے جیسا کہ مسعود صاحب نے کہا کہ یہ دینی فرقے نہیں تھے، ان کے مذاہب اور مسالک اور فقہیں علیحدہ نہ تھیں تو آج جو لوگ خالصتاً قرآن و سنت کو حجت سمجھتے ہیں اور اسی پر قائم ہیں تو انھیں فرقہ پرست کہہ کر کیوں شرک، کفر کا ملزم و مرتکب ٹھہرایا جاتا ہے؟ انھیں کیوں اپنے خود ساختہ اصولوں کے مطابق کافر و مشرک سمجھا جاتا ہے؟ بہر حال مسعود صاحب کے اس جواب سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی یہ بات قطعاً درست نہیں کہ فرقہ بندی، گروہ بندی کفر اور شرک ہے۔

ان کے بعض ساتھی اس استدلال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ''وہ تو محض سیاسی فرقے تھے'' یا وہ تو محض عارضی اختلاف کی وجہ سے فرقے تھے؟ یا ''فہم کے اختلاف کی وجہ سے فرقے تھے'' تو ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ کیا سیاسی، عارضی یا فہم کے سبب واقع ہونے والا شرک یا کفر ''حق'' ہوسکتا ہے؟ جو لوگ اپنے فہم کی وجہ سے شرک و کفر کی دلدل میں جا پڑے، کیا وہ حق پر ہیں؟ مختصر یہ کہ یہ حق کہنے کی جو بھی وجہ بتائیں، ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کریں کہ اس وجہ سے شرک یا کفر حق ہوجاتا ہے۔!

فہم سلف اور فرقہ بندی: یہ ایک کربناک حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ہی اس امت میں گروہ بندی آگئی تھی۔ ایک طرف دشمنانِ اسلام کی مکروہ سازشیں تھیں تو دوسری طرف فہم و مزاج کا اختلاف بھی تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر اسلاف یعنی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا موقف تھا؟ آیا انھوں نے بھی اہلِ اسلام پر کفر و شرک کے فتوے لگائے تھے اور ان آیات قرآنیہ کا یہی مفہوم لیا تھا۔ فہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق مسعود صاحب نے لکھا ہے: ''یہ تو صحیح ہے کہ قرآن و حدیث کو جس طرح اسلاف (صحابہ کرامؓ) نے سمجھا ہے ہمیں اسی طرح سمجھنا چاہئے اور اُس کو نئے معنی نہیں پہنانے چاہئیں۔ لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اسلاف میں سے کسی فرد کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا جائے اور اس کے خلاف جمہور کے فیصلہ کو نظر انداز کر دیا جائے۔'' (التحقیق فی جواب التقلید ص ۳۰۔۳۱)

مسعود صاحب نے یہاں تسلیم کیا کہ قرآن و حدیث کو اسی طرح سمجھنا چاہئے جس طرح جمہور صحابہ کرام نے سمجھا۔ ایک اور مقام پر مسعود صاحب نے لکھا: ''طریقہ وہی صحیح ہے جو سلف صالحین کا تھا۔ اس میں نت نئے نظریات کی آمیزش سخت معیوب ہے۔''

(خلاصہ تلاش حق ص ۴۷)

نیز یہ بھی لکھا: ''اب آپ سمجھ لیجئے جب میں کوئی بات کہوں تو اسے یہ کہہ کر نہ ٹال دیجئے کہ یہ چودھویں صدی کے بچے کی بات ہے اور پہلی صدی (دوسری صدی) کے امام کے قول کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ میری بات کے ساتھ جمہور ائمہ دین کی ایک جماعت کا اتفاق و اتحاد ہو گا۔ یہ ان کی بات ہوگی نہ کہ میری۔ جمہور سے مراد عام ائمہ دین ہیں جن میں صحابہ، تابعین عظام وغیرہم شامل ہیں۔'' (خلاصہ تلاش حق ص ۴۷)

مسعود صاحب کے ان اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھئے! جب سیدنا علی و سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما دو فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت نہیں کی بلکہ حجاز میں اپنی خلافت قائم کر دی۔ (تاریخ الاسلام ص ۷۹۰ بحوالہ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب البیعۃ فی الحرب علی ان لا یفروا عن عباد بن تمیم)

اور شام وغیرہا میں لوگ یزید کی بیعت کئے ہوئے تھے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس طرح یہ واضح طور پر دو فرقوں میں بٹے ہوئے تھے، جو اپنے اپنے خلیفہ کے ماتحت تھے۔ یزید کی موت کے بعد مروان اہل شام کا خلیفہ بنا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی

خلافت اُس وقت بھی حجاز پر قائم رہی۔ انھوں نے مروان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی جیسا کہ مسعود صاحب نے بھی اس بات کا اعتراف کیا۔ (دیکھئے تاریخ الاسلام ص ۹۸۷ بحوالہ صحیح بخاری کتاب العیدین باب المشی والرکوب الی العید و کتاب الفتن باب اذا قال عند قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافه)

اُس وقت بھی یہ دو گروہوں (فرقوں) میں بٹے رہے، پھر مروان کے بعد عبدالملک بن مروان خلیفہ بنا معاملہ اسی طرح رہا (حوالہ بالا) دو فرقے رہے۔ یہ سب باتیں رجسٹرڈ جماعت کے لٹریچر میں موجود ہیں۔ یہ لوگ یہ کہہ کر انکار بھی نہیں کر سکتے کہ یہ تاریخ کے جھوٹے اور من گھڑت افسانے ہیں۔

اب اس بات پر غور کرنا ہے کہ ان مواقع و حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ کار اور طرز عمل کیا تھا؟ ان کی للّٰہیت و بے انتہا خلوص کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان حالات سے خوش نہیں تھے۔ اصلاحِ احوال کی کوششیں بھی یقیناً کی ہوں گی، لیکن کیا انھوں نے ان آیات کا وہی مفہوم سمجھا جو آج رجسٹرڈ جماعت پیش کر رہی ہے؟ کیا انھوں نے ان آیات سے یہ نتائج نکال کر اپنے مسلم بھائیوں پر صرف فرقہ بندی اور گروہ بندی کا شکار ہو جانے کی بنا پر کفر و شرک کے فتوے لگائے؟ اور ان الزامات کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح وغیرہ کے تعلقات منقطع کیے، کیا ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور دعائے مغفرت سے انکار کیا؟ اور وہ تمام حقوق تسلیم کرنے سے انکار کیا جو اسلام نے ایک مسلم کو دیئے ہیں؟ اگر ہاں تو پھر ثبوت پیش کیجئے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو رجسٹرڈ جماعت نے کیوں ان کے برعکس رویہ اختیار کیا ہوا ہے؟ جبکہ ان کی جماعت کے بانی مسعود صاحب کا دعویٰ یہ رہا کہ ''جب میں کوئی بات کہوں...تو میری بات کے ساتھ جمہور صحابہ اور تابعین عظام وغیرہم کا اتفاق و اتحاد ہوگا۔''

کیا رجسٹرڈ جماعت کے لوگ فرقہ بندی سے متعلق اپنی کہی ہوئی باتوں کے بارے میں اپنے ساتھ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین عظام کا اتحاد و اتفاق ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، جمہور تو درکنار وہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کی بات بھی پیش نہیں کر سکتے

تو کیا وہ اپنے اس نظریہ سے رجوع کرنے کو تیار ہیں؟ اور کیا اپنے بانی امیر صاحب کی بات اور دعویٰ کو "درست" ثابت کرنے کے لئے ان کے دعویٰ کے مطابق جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے اقوال پیش کر سکتے ہیں؟ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو واضح ہو گا کہ اپنے متعلق مسعود صاحب کا یہ دعویٰ درست نہ تھا، نیز یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اس سلسلے میں ان کا خود ساختہ مؤقف بھی درست نہیں، چونکہ وہ یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ "طریقہ وہی صحیح ہے جو سلف صالحین کا تھا۔ اس میں نت نئے نظریات کی آمیزش سخت معیوب ہے۔"

امید ہے اور رب العالمین کے حضور دعا بھی ہے کہ رجسٹرڈ جماعت کے لوگ اپنے "نت نئے نظریات" سے علانیہ رجوع کر لیں کہ یہ "سخت معیوب طرزِ عمل ہے" واللہ الموفق للصواب.

شذرات الذہب

☆ امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) نے فرمایا: میں عروہ (بن الزبیر رحمہ اللہ) کے (گھر کے) دروازے کے پاس آتا تو بیٹھ جاتا، پھر واپس چلا جاتا تھا اور ان کی تعظیم (وعزت) کی وجہ سے (گھر میں) داخل نہ ہوتا اور اگر میں داخل ہونا چاہتا تو داخل ہو سکتا تھا۔ (کتاب العلل للامام احمد ۱/۱۸۶ ح ۱۵۷، وسندہ صحیح، الجامع للخطیب ۱/۲۳۷ ح ۲۲۲، دوسرا نسخہ ۱/۱۵۹ ح ۲۱۸)

معلوم ہوا کہ امام زہری اپنے اساتذہ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور صحیح العقیدہ لوگوں کی یہی خوبی ہے کہ وہ اپنے علماء کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔

☆ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا: " لا تنظروا إلی الحدیث ولکن انظروا إلی الإسناد فإن صح الإسناد وإلا فلا تغتر بالحدیث إذا لم یصح الإسناد " حدیث (کے الفاظ) نہ دیکھو بلکہ سند دیکھو، پس اگر سند صحیح ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ اگر سند صحیح نہ ہو تو حدیث (کے متن) سے دھوکا نہ کھاؤ۔

(الجامع للخطیب ۲/۱۰۲ ح ۱۳۳۶، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲/۱۰۲ ح ۱۳۰۱)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کا قصیدۂ نونیہ اور اہلِ حدیث

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے فرمایا: اے اہلِ حدیث سے بغض رکھنے اور گالیاں دینے والے، تجھے شیطان کی یاری ''مبارک'' ہو!

کیا تجھے علم نہیں کہ وہ اللہ کے دین، ایمان اور قرآن کے انصار ہیں؟

کیا تجھے پتا نہیں کہ وہ بلاشک وشبہ انصارِ رسول ہیں؟ صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم

ان کا قصور کیا ہے؟ جب انھوں نے رسول کی حدیث کے مقابلے میں تمھارے قول کی مخالفت کر دی، انھوں نے فلاں کے قول پر رسول کی حدیث کی مخالفت تو نہیں کی!

اگر وہ تیری حمایت کرتے اور حدیث کی مخالفت کرتے تو تُو گواہی دیتا کہ وہ سچے اہلِ ایمان ہیں۔ تم تو (اپنے) استادوں کے پیچھے چلے گئے اور وہ اس کے پیچھے چلے جسے قرآن دے کر بھیجا گیا ہے۔

انھوں نے ہر قول، حالت، قائل اور مکان کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اس (رسول اللہ ﷺ کی حدیث) کی طرف منسوب کر لیا۔ یہ نسبت (یعنی اہلِ حدیث واہلِ سنت ہونا) چار معلوم شدہ فرقوں کی طرف نسبت کرنے سے (بہت) بہتر ہے۔

اس لئے تم غضبناک ہو گئے، جب انھوں نے ایمان کے اعلیٰ درجے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو رسول (ﷺ) کی حدیث کی طرف منسوب کر لیا۔

پھر تم نے ان (اہلِ حدیث) کے ایسے القاب گھڑ لئے جنھیں تم خود ناپسند کرتے ہو اور یہ (تمھاری) سرکشی وزیادتی ہے۔ (قصیدہ نونیہ ص ۱۹۹۔۲۰۰ فصل فی أن أهل الحدیث هم أنصار رسول الله صلی الله علیه و علی آله و سلم و خاصته [مترجمًا مفهومًا])

اردو زبان میں اس عظیم الشان قصیدے کے چند دلکش نظاروں کے لئے دیکھئے مولانا عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ کی کتاب: اہلحدیث پر خوفناک بہتانات کے دندان شکن جوابات از قصیدہ نونیہ (ناشر فیض اللہ اکیڈمی۔ اردو بازار لاہور)

Monthly **AlHadith** Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و با دلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔